جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

مئی ۱۹۹۹ء

محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

نبیوں کی سُنّت

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ بقرہ کی آیات کریمہ واذا ابتلی ابراھیمَ ربُّہ بکلمات فاتمھن کی تفسیر کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا کہ کلمات سے مُراد وہ دس اُمور بھی ہو سکتے ہیں جنھیں سنن انبیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کے متعلّق یہ کہا گیا ہے کہ وہ فطری اُمور ہیں۔ سر سے تعلّق رکھنے والے پانچ اُمور یہ ہیں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی لے کر اسے پاک و صاف کرنا، لبوں یعنی مونچھ کے بال کاٹنا اور سر منڈانا اور بدن سے رکھنے والے پانچ اُمور یہ ہیں۔ بغل کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا موئے زیر ناف مونڈنا، ختنہ کرا لینا اور بول و براز کے بعد کلوخ اور پانی سے استنجا کرنا۔

المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد ص ۲۶۳

✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۷ — محرم الحرام ۱۴۲۰ھ — مئی ۱۹۹۹ء — شمارہ : ۸

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک	◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ
پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ----- سالانہ ۱۳۰ روپے	ماہ . . . سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی 〃 ۵۰ ریال	جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔
بھارت، بنگلہ دیش ------ 〃 ۶ امریکی ڈالر	ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
امریکہ افریقہ --------- 〃 ۱۶ ڈالر	کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۲۷۳-۷۷۲۹۶۹۱
برطانیہ --------- 〃 ۲۰ ڈالر	فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

◯

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۶
قادیانیوں کے غور و فکر کے لیے	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب	۱۰
عُلمائِ اُمّت کا منصب اور مقام	حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی	۲۰
مکتوب گرامی	حضرت خواجہ محمدؐ معصوم صاحبؒ	۳۱
کیسے کہتے ہیں دن، (نظم)	جناب سیّد امین گیلانی	۳۷
مرزا قادیانی کے دعوے اور اُنکی تردید	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۳۸
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیشنگوئی	حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب	۴۶
حاصل مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۰
آپ کی صحّت	ڈاکٹر زاہد الحق قریشی	۵۷
اخبار الجامعہ	محمدّ عابد	۶۰
تقریظ و تنقید		۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

پاکستان نے گزشتہ برس بھارت کے ایٹم بم کے دھماکوں کے جواب میں اُتنے ایٹمی دھماکے کرکے دُنیائے کُفر میں تہلکہ مچا دیا تھا، جبکہ عالمِ اسلام میں خوشی اور مسرّت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس وقت سے عیّار امریکہ اور اسکے پجاری ہمارے ملک کے بعض سیاست دان مسلسل ایک رٹ لگائے ہُوئے ہیں کہ اصل چیز معاشی استحکام ہے۔ ہمیں اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ایٹمی دھماکوں سے ہم معاشی طور پر عدمِ استحکام کا شکار ہوجائیں گے۔

۱۴، ۱۵ ر اپریل کو پاکستان نے بھارت کے میزائلوں کے تجربہ کے جواب میں غوری ٹو اور شاہین کا کامیاب تجربہ کرکے بھارت کے مقابلہ میں اپنے کو اس کا ہم سر بلکہ برتر ثابت کرکے کفر کا چین سکون ایک دفعہ پھر برباد کر دیا اسلام اور مسلمانوں کے نام نہاد ناصحین کو پاکستان کے معاشی استحکام کی ایک بار پھر سے فکر پڑ گئی۔ خاص طور پر پاکستان میں پی پی پی کی قائد بے نظیر بھٹو صاحبہ کی فکر مندی تو یہاں تک جا پہنچی کہ اُن کی راتوں کی نیند ہی حرام ہوگئی اُن کی بس ایک ہی رٹ ہے کہ معاشی استحکام کی فکر کرو۔ ایٹم بم اور ایٹمی میزائلوں میں کیا دھرا ہے۔ اپنی اس فکر اور پریشانی میں اگر دیکھا جائے تو ایک حد تک وہ بے قصور بلکہ مجبور نظر آتی ہیں۔ قرآن پاک میں عورتوں کے مزاج اور فطرت کو بہت مختصر انداز میں ایک چھوٹی سی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مُشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے "(والعیاذ باللہ" حالانکہ وہ الگ جنس ہیں نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں) اللہ تعالیٰ اُن کی باتیں رَد کرتے ہُوئے فرماتے ہیں۔

اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وھو فی الخصام غیر مبین پ۲۵ ع ۸

کیا ایسے کو (اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کی بیٹیاں قرار دیتے ہو) جو پرورش پائے اور پروان چڑھے ہار سنگھار میں اور مباحثہ کے وقت قوت بیانیہ بھی نہ رکھے (چنانچہ مشاہد ہے کہ عموماً عورتیں پڑھی لکھی ہونے کے باوجود اپنا مدعا پوری طرح بیان نہیں کرپاتیں اور دوسرے کے دعوے یا دلیل کو پوری طرح رَد بھی نہیں کرسکتیں بعض اوقات تو بیچاریاں رو پڑتی ہیں) بے نظیر بھٹو صاحبہ بھی درحقیقت اپنی فطرت سے مجبور دَر پردہ اپنے ہار سنگھار چوڑی اور کنگن کی فکر میں پریشان ہیں ظاہر ہے معاشی استحکام ہوگا تو ہی من پسند "گہنے" میسر آئیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا منشاء درحقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان زمین پر باعزّت ہوکر رہیں خواہ معاشی استحکام ہو یا نہ ہو۔ اسلام کی عزّت اس بات سے وابستہ ہے کہ مسلمان ہر وقت جہاد کے لیے اتنی تیّاری رکھیں جس سے اللہ اور اس کے رسول کے دُشمن لرزتے رہیں۔ جہاد سے دُوری کی وجہ ہے کہ معاشی طور پر مستحکم بہت سے مسلم ممالک کُفر کے سامنے اسی طرح ذلیل اور بے عزّت ہیں جس طرح معاشی طور پر غیر مستحکم مُسلم ممالک بے عزّت اور ذلیل ہیں۔ لہٰذا باعزّت زندگی گزارنے کا واحد راستہ اللہ رسول کی فرماں برداری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ معاشی استحکام یا عدم استحکام کا مسئلہ اپنی جگہ کتنا ہی اہم سہی لیکن اسلام اور مُسلمانوں کی عزّت کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس بات کی تائید میں ایک حدیث شریف پیش کرتا ہوں ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم مسجد میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اچانک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آگئے۔ (یہ اسلام لانے سے پہلے بہت مالدار تھے اور اکثر ریشمی لباس میں رہتے تھے) اُنھوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہُوا تھا۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو دیکھا تو اُن کی پہلی اور موجودہ حالت کو دیکھ کر رو پڑے (یہ آپ کا رونا مسرّت کی وجہ سے تھا کہ میری اُمّت میں مصعب جیسے صابر اور زاہد موجود ہیں) پھر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت جب تم صبح ایک لباس پہنا کروگے اور شام کو دوسرا لباس۔ اور تمہارے سامنے کھانوں کے اوقات میں ایک پیالہ (ڈش) رکھا جایا کرے گا تو دوسرا پیالہ (ڈش) اُٹھایا جایا کرے گا اور پردوں (پردہ کلاتھ) سے

تم اپنے گھروں کو ایسے ڈھانپا کرو گے جیسے کعبہ کو ڈھانپا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم (بظاہر) اُس وقت ہم آج کی نسبت بہتر حال میں ہوں گے۔ عبادت کرنے کے لیے فارغ ہوں گے اور ہماری ضروریات (بسہولت) پوری ہوتی رہیں گی ــــــ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نہیں تم آج اس دن کی نسبت زیادہ بہتر حال میں ہو۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۰)

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بالکل صحیح فرمایا اور بعد کے حالات نے اس کی تائید بھی کردی کہ اس مالی بدحالی کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو عزّت اور دشمن پر غلبہ حاصل تھا وہ مالی فراوانی کے دَور میں نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں باعزّت مسلمان کی طرح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

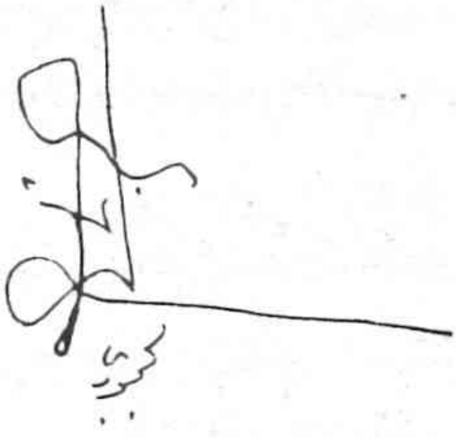

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین: مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۴، سائیڈ بی۔ ۸۳-۹-۹

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین امابعد

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَعَنْ حُبْشِیِّ بْنِ جُنَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَلَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ فَجَاءَ عَلِیٌّ تَدْمَعُ عَیْنَاہُ فَقَالَ اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِکَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۱؎

ترجمہ:۔ " حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ علی رضؓ مجھ سے ہیں اور میں علی رضؓ سے ہوں نیز وہ (حضرت علیؓ)

۱؎ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴

تمام اہلِ ایمان کے دوست اور مددگار ہیں، حضرت حُبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی رض مجھ سے ہیں اور میں علی رض سے ہوں میری طرف سے (نبذ عہد کی ذمہ داری) کوئی ادا نہ کرے سوائے میرے اور علی رض کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کے درمیان بھائی چارہ قائم کرایا تو حضرت علی رض اس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان تو بھائی چارہ قائم فرما دیا، لیکن کسی سے میرا بھائی چارہ قائم نہیں کیا! (یہ سُن کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اُن سے) فرمایا! تم میرے بھائی ہو دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"۔

حدیث شریف میں بہت ساری روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں گزریں ایک فضیلت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام میں مواخات کرائی۔ بھائی چارہ سب کو بلا کر یہ فرمایا کہ یہ اِس کا بھائی یہ اِس کا بھائی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ معاملہ کیا تو پھر حضرت علی رض آئے اور اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے، اُنھوں نے عرض کیا اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُوَاخِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَحَدٍ آپ نے اپنے تمام صحابہ کرام میں تو مواخات کرا دی ایک دوسرے کو بھائی بنا دیا مجھے کسی کا نہیں بنایا میرے ساتھ کسی کو بھائی نہیں بنایا تو ایک تو اللہ تعالیٰ جسے بھائی بنا دے قدرتی اس کا درجہ تو سب سے بڑا ہے اور دوسرے درجہ میں وہ ہوتے ہیں کہ جنہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے بھائی بنا دیا ہو کہ اِن کا آپس کا تعلق بھی ایسے ہی ہو گیا جیسے بھائیوں کا ہوتا ہے، جب صحابہ کرام مدینہ منورہ پہنچے تو تمام چیزیں چھوٹ گئیں اپنے علاقہ سے اپنے وطن سے تین سو میل کے فاصلے پر دوسری جگہ پہنچے جو اجنبی جگہ تھی اپنے رشتہ دار سب چھوٹ گئے دوست احباب سب چھوٹ گئے اور آدمی کو تو ایسی صورت میں اپنا گھر وہ گلیاں سب یاد آتا ہے جہاں وہ رہتا رہا ہے تو اس صدمہ کو کم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا گیا، دوسری طرف آپ نے دیکھا کہ انصار یعنی اہلِ مدینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل جاں نثاری

کا معاملہ کر رہے ہیں تو آپ نے یہ طریقہ نکالا کہ ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، اب حضرت علیؓ آئے تو انھیں خاص طور پر احساس ہوا کہ میرا بھائی کون ہے ؟ تو عرض ـــــ کیا پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ میں اور تم بس بھائی ہیں دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی داماد ہونے کا رشتہ یہ بعد کا ہے. اس سے بھی پہلے کا رشتہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تھا کہ چچازاد بھائی تھے تو فرمایا کہ بس میں اور تم یہ آخرت میں بھی اور دُنیا میں بھی بھائی ہیں۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کچھ اُن کی خصوصیات بھی ذکر کیں. رواج اور رشتہ دونوں کے لحاظ سے، رواج کے لحاظ سے تو مثلاً یہ ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما رکھا تھا عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ کہ علیؓ میرے سگے ہیں اور میں علیؓ کا سگا ہوں. وَلَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ میری طرف سے لوگوں کو پیغام یا میں پہنچاؤں گا خود یا علیؓ پہنچائیں گے اُس زمانہ میں رواج یہ تھا کہ اگر معاہدہ کر لیا جاتا تو اس معاہدہ پر قائم رہنا ضروری ہوتا تھا. اُس معاہدہ کو بدلنا یا ہٹنا اگر کوئی چاہے تو اُس کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے خبر دی جاتی کہ ہم اس معاہدہ میں یہ تبدیلی کر رہے ہیں یا اس معاہدہ کو فلاں تاریخ کے بعد منسوخ کر دیں گے. وہ قبیلے کا سردار خود آکر اعلان کرے ورنہ دوسرا ذریعہ یہ ہوتا تھا کہ قبیلے کے سردار کا کوئی سگا رشتہ دار اعلان کرتا تھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود اعلان کروں گا. جو بھی پیغام دینا ہُوا کسی قبیلے کو یا میری طرف سے علیؓ آئیں گے اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا ہے. ۸ھ میں اُس کے بعد حج آیا ۹ھ کا تو ۹ھ کے حج میں امیرِ حج آپ نے بنایا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ روانہ ہو گئے بعد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی اور اُس وحی کے تحت جو اعلان ضروری تھا کفارِ مکہ کو خبردار کرنا تھا تو وہ پیغام دینے کے لیے اور خبردار کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آواز آئی ایسی کہ جیسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی کی آواز ہو تو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا مُڑ کر تو یہ علیؓ ہیں یعنی پیچھے سے روانہ ہُوئے اور آملے راستہ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے دریافت کیا کہ اَمِیْرٌ اَوْ

مَاْمُوْرَہْ آپ امیر بناکر بھیجے گئے ہیں میری جگہ پر تب تو میں ہٹ جاؤں معزول ہو جاؤں یا مامور ہیں کسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے تو اُنھوں نے کہا بَلْ مَاْمُوْرَہْ مجھے تو کسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے، کام کیا ہے ؟ کام یہ ہے کہ یہ اعلان کردو اور وہ اعلان (اس وقت کے دستور کے مطابق نبی علیہ السّلام کی طرف سے) کرنا حضرت علیؓ کے سوا کوئی اور کر نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ اعلان فرما رکھا تھا۔ اس لیے یا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خود اعلان فرمائے یا آپ کا کوئی حقیقی رشتہ دار تو حقیقی رشتہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ بنتے تھے لہٰذا انہیں بھیجا گیا۔

تیسری فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انہی حدیثوں میں جو آج (بیان) ہو رہی ہیں یہ ہے کہ کسی آدمی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں جائے سوائے میرے اور علیؓ کے کیونکہ وہ رہتے تھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں تو گھر کا دروازہ جو مسجد کی طرف تھا اس کے راستے میں آتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی ضرورت کے لیے جانے کا راستہ مسجد ہی سے تھا اس لیے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اپنی اور ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیّت رکھی ہے باقی کسی کی نہیں۔

اب ایسی خصوصیات جو ہیں اتنی تعداد میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہو رہی ہیں باقی کسی کے لیے نہیں ہیں اس واسطے خصائصِ علی رضی اللہ عنہ پر بھی ایک کتاب لکھی گئی ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مُحدِّث ہیں، نسائی شریف ان کی کتاب پڑھائی جاتی ہے اُنھوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ "خصائصِ علی رضی اللہ عنہ" اس میں ان کے مناقب ہیں اور حضرت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو محبوب قرار دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان سے محبت رکھنی چاہیے۔ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ میں علی کا ہوں علی میرے ہیں اور وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ ہر مومن کے دوست ہیں ہر مومن کے محبوب ہیں چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں نزاع زیادہ رہا ہے اِس بنا پر انسان کو خیال غلط قسم کا بھی آسکتا ہے اُس کو روک دیا گیا کہ ایسی بات بالکل کبھی نہ کرنی چاہیے پہلے ہی سے پیش بندی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کر دی کہ حالات کا تقاضا ہو گا۔ حالات اِس طرح کے ہوں گے اور وہ قدرتی چیز ہے جو

بقیہ بر ص ۳۶

قادیانیوں کے غور و فکر کے لیے

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلاۃ والسّلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

امابعد :- مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقدین نے مکر و فریب اور جھوٹ و بہتان اختیار کر کے مرزا قادیان کو مجدّد یا مہدی یا مسیح موعود یا ظلی بروزی نبی یا افضل النّبیین ماننے اور جاہلوں سے منوانے کے لیے جو نام نہاد دلیلیں فراہم کی ہیں۔ ان کے بارے میں حضرات علماء کرام بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور قادیانیوں کی بارہا تردید کر چکے ہیں، لیکن . . چونکہ اُنہیں سورۃ الاحزاب کی آیتِ کریمہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی تصریح کے خلاف ہی عقیدہ رکھنا ہے اور اُنہیں یہی محبوب ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ عامۃ المسلمین خاص کر بے علم مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچتے رہیں اس لیے اپنے ضلال و الحاد اور زندیقیت سے باز نہیں آتے۔ دشمنانِ اسلام یہود و نصاریٰ نے چونکہ انہیں اسی کام پر لگا دیا ہے اور ان سے قادیانیوں کا خاص گٹھ جوڑ ہے اور مسلمانوں ہی کے لیے دشمنوں نے اسی فتنہ کو اُٹھایا ہے۔ اس لیے قادیانی مبلّغین آخرت سے غافل ہو کر اپنے دنیوی مفاد کیلئے قادیانیت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور اُن کی یہ محنت ہندوؤں میں عیسائیوں میں اور یہودیوں میں اور

دہریوں میں نہیں ہے۔

بے علم مسلمانوں میں یہ محنت کرتے ہیں۔ (ہمارے نزدیک بے علم لوگوں سے وہ لوگ مُراد ہیں جو دور دراز گاؤں میں رہتے ہیں جاہل محض ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے دینوی ڈگریاں حاصل کرلی ہیں، لیکن قرآن وحدیث اور عقائدِ اسلامیہ سے ناواقف ہیں جن پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے) چونکہ احادیث میں مجدّدین کے آنے کا اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور امام مہدی کی تشریف آوری کا ذکر آیا ہے۔ اس لیے ماضی بعید کی تاریخ میں ایسے لوگوں کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں شہرت کی طلب اور حب جاہ کی تڑپ نے مہدویت یا مسیحیت پر آمادہ کردیا اور بعض لوگ ایسے بھی اُٹھے جنھوں نے نبوت کا اعلان کردیا۔

مجدّد کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جس کا دعوٰی کیا جائے یا کسی کے مجدد ہونے پر ایمان لایا جائے حدیث شریف میں یہ وارد ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو بھیجتا رہے گا جو اُمّت محمدیہ مسلمہ میں دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ یعنی دین کو پھیلائیں گے اور جو اسلامی طریقے لوگوں سے چھوٹ گئے ہوں گے ان کو زندہ کریں گے اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک ہی شخص مجدّد ہو۔ بہت سے حضرات سے اللہ تعالیٰ تجدید کا کام لیتا ہے جو ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام جب تشریف لائیں گے تو وہ حضرت مہدی علیہ السّلام کا زمانہ ہوگا۔ صحیح مسلم ص ۸۷ ج ۱ میں ہے کہ حضرت عیسٰی بن مریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نازل ہوں گے تو مُسلمانوں کا امیر کہے گا صَلِّ لَنَا (ہمیں نماز پڑھا دیجیے وہ فرمائیں گے لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ہذہ الأمۃ (میں نہیں پڑھاتا بے شک تم میں بعض بعض کے امیر ہیں۔ اس اُمّت کو اللہ تعالیٰ نے کرامت سے نوازا ہے) اور سنن ابن ماجہ ص ۲۹۸ میں ہے کہ مُسلمانوں کا امام رجل صالح ہوگا۔ وہ صُبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ اچانک حضرت عیسٰی علیہ السّلام نازل ہوں گے۔ وہ امام پیچھے ہٹ جائے گا تاکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آگے بڑھائے۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام اس کے مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ تم ہی آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ آپ ہی کی امامت کے لیے نماز قائم کی گئی ہے چنانچہ وہی امام (جو پہلے آگے بڑھ چکے تھے) حاضرین کو نماز پڑھادیں گے

مدینہ منورہ میں ایک پاکستانی دوست سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے بتایا کہ دیہاتوں میں جو لوگ قادیانی ہیں بے پڑھے ہیں کچھ بھی نہیں جانتے اُن کو تبلیغ کی جاتے اور سمجھایا جاتے تو وہ سنن ابن ماجہ کی روایت سُنا دیتے ہیں" لا المھدی الا عیسی ابن مریم" تعجّب کی بات ہے کہ اس سے مرزا قادیانی کا نبی ہونا کیسے ثابت ہو جاتا ہے ؟ لیکن قادیانی مبلّغ اُن کے پاس جاتے ہیں انھیں بتا دیتے ہیں کہ دیکھو ہم اس حدیث کو مانتے ہیں۔ جاہل لوگ نہ کچھ سوال کر سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت ہوگی۔ (العیاذ باللہ)

چونکہ ملحدین اور زندیق لوگوں کے پاس دین و ایمان نہیں ہوتا اس لیے نہ قرآن و حدیث کی تصریحات کو مانتے ہیں نہ عقل کو کام میں لاتے ہیں۔ فرض کرو حضرت مہدی اور حضرت عیسٰی کی ایک ہی شخصیت ہو تب بھی اس سے یہ کیسے لازم آیا ہے کہ مرزا قادیانی نبی ہو جاتے۔

یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ مہدی عَلَم نہیں ہے صفت کا صیغہ ہے اور حضرت عیسٰی علم ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں کامل صاحب ہدایت حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہی ہوں گے (کما ذکرہ محشی سنن ابن ماجہ) پھر یہ حدیث شواذ میں سے ہے۔ دوسری احادیث جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی کی شخصیّت اور ہے ان کا نام محمد[1] ہوگا اور ان کے والد کا نام وہی ہوگا جو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد کا نام تھا[2] اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی شخصیّت اور ہے اُن کا نام عیسٰی ہے اور مسیح لقب ہے۔

ان لوگوں کو سنن ابن ماجہ میں صرف یہی حدیث نظر آتی (جبکہ اس سے ان کا مدعٰی ثابت نہیں ہوتا) اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بلکہ سنن ابن ماجہ میں بھی کوئی اور حدیث نظر نہ پڑی اور اگر نظر پڑی تو ان کے زندیق مبلّغین نے ان کو چھپا دیا اور جاہلوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ روایت یاد کرا دی ہم سنن ابن ماجہ ہی کو سامنے رکھ کر حضرت مہدی اور حضرت عیسٰی علیہما السّلام کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں۔ دیکھیے سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰ میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ المھدی من ولد فاطمۃ (یعنی مہدی حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد میں سے ہوں گے۔)

---

[1] سنن ترمذی (باب ما جاء فی المھدی) [2] رواہ ابو داؤد (کتاب المھدی)

مرزا قادیانی کے معتقدین بتائیں کہ وہ تو خاندانی اعتبار سے مرزا تھا، سادات بنی فاطمہ میں سے نہیں تھا پھر وہ کیسے مہدی ہوگیا؟ سنن ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا المھدی من عترتی من ولد فاطمة اور سنن ابوداؤ میں یہ بھی ہے کہ المھدی منی أجلی الجبھة أقنی الأنف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً ویملك سبع سنین۔

مہدی مجھ سے ہوں گے ان کی پیشانی روشن ہوگی ناک بلند ہوگی وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ان کی آمد سے پہلے ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی اور وہ سات سال حکومت کریں گے۔

اب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بارے میں معلوم کیجیے سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی ابن مریم حکماً مقسطاً إماماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله أحد[1] (قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ عیسٰی ابن مریم نازل ہوجائیں، وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ دینے والے ہوں گے اور امام عادل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے، اور جزیہ ختم کردیں گے اور مال کو بہا دیں گے (یعنی خُوب زیادہ سخاوت کریں گے) یہاں تک کہ کوئی بھی مال قبول نہیں کرے گا۔ یعنی مال کی کثرت کی وجہ سے کوئی بھی لینے کو تیّار نہ ہوگا۔ اب قادیانی ملحدیہ بتائیں کہ مرزائے قادیان مسیح موعود کیسے بنا؟ جو نہ وہ عیسٰی ابن مریم تھا۔ نہ وہ کبھی حاکم بنا نہ اس نے صلیب کو توڑا نہ خنزیر کو قتل کیا نہ جزیہ ختم کیا نہ مال کی سخاوت کی وہ تو خود مریدین ومعتقدین سے مال کھینچنے والا تھا۔

مزید سُنیے اسی سنن ابن ماجہ میں ہے (ص ۲۹۸) حضرت عیسٰی علیہ السّلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، دروازہ کھولا جائے گا تو دجال سامنے آجائے گا اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے جو تلواریں لیے ہوئے ہوں گے جب دجال حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو دیکھ لے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوگا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اسکا پیچھا کریں گے اسے باب لُد کے قریب مشرقی جانب پکڑ لیں گے۔ اور اس کو قتل کردیں گے اس وقت یہودی شکست کھا جائیں گے اور درختوں اور پتھروں اور دیواروں کے پیچھے چھپتے پھریں گے (باب لُد

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۲۹۶ وھو فی صحیح البخاری ص ۴۹۰

دمشق میں ہے جو شام کا مشہور شہر ہے) اب قادیانیت کے پھیلانے والے اور مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچنے والے بتائیں کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں دجال کب نکلا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی تھے۔ اور اس کو مرزا نے کب قتل کیا، کیا مرزا کبھی دمشق گیا ہے؟ کیا باب لُد سے گزرا ہے؟ کیا اس کے زمانہ میں وہ دجال نکلا تھا جس کے بارے میں کُتب حدیث میں پیشین گوئی ہے؟ کیا دجال سے مرزا ملا تھا! باب لُد میں اسے اس نے کب قتل کیا ہے؟

مرزا دمشق تو کیا جاتا وہ تو حرمین شریفین کی زیارت سے بھی محروم رہا۔ قادیانی یوں بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی وفات ہوگئی اور یہ کہ العیاذ باللہ وہ کشمیر میں دفن ہیں۔ یہ لوگ آیت کریمہ بَل رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے بھی منکر ہیں اور ان احادیث کو بھی جھٹلاتے ہیں جن میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے دوبارہ آنے اور دجال کو قتل کرنے کا ذکر ہے جھوٹ پھیلانے کی وجہ سے یہ لوگ مستحق لعنت ہیں ــــ لیکن

قادیانیو! تمہارے پاس جھوٹ کے پلندوں کے سوا کچھ اور بھی ہے تمہیں دوزخ سے بچنے کی ذرا بھی فکر ہے؟ یہ جو کہتے ہو کہ عیسٰی علیہ السّلام کی وفات ہوگئی اور مسیح موعود ہمارا مرزا ہے اس کا جھوٹ ہونا سنن ابن ماجہ کی مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہو رہا ہے اور ہاں سنن ابن ماجہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے عیسٰی میرے بندوں کو لے کر کوہِ طور کی طرف چلے جائیے میں اپنے ایسے بندے نکالنے والا ہوں جن سے مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۷) اس کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے اور زمین پر پھیل جائیں گے۔ ارے قادیانیو! اب بتاؤ کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا اہل ایمان کو کوہِ طور پر لے جانے کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا واقعہ دُنیا کی تاریخ میں کب پیش آیا؟ جب وہ دُنیا میں تشریف فرما تھے اس وقت تو یاجوج ماجوج نکلے نہیں تھے۔ لامحالہ جب قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس وقت یہ واقعہ پیش آئے گا معلوم ہوا کہ تمہارا یہ کہنا کہ ان کی وفات ہوگئی یہ جھوٹ ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ مسیح موعود ہمارا مرزا ہے۔ حدیث بالا سے اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ تمہارا مرزا کبھی طور پر نہیں گیا۔ اور یاجوج ماجوج کا خروج اب تک نہیں ہوا، اس کی تفصیل سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے[1] جو روایات

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۲۹۷ و ۲۹۹

ہم نے نقل کی ہیں۔ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہیں لیکن سنن ابن ماجہ کا حوالہ خصوصیت کے ساتھ اس لیے دیا کہ قادیانی جو بحوالہ سنن ابن ماجہ لا مھدی الا عیسی ابن مریم پیش کرتے ہیں ان پر واضح ہو جائے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عیسٰی اور حضرت مہدی علیہما السلام کے بارے میں دوسری احادیث بھی موجود ہیں ان کی طرف سے آنکھیں کیوں میچ رکھی ہیں؟

قادیانیو! چونکہ تمہارے نزدیک خاتم النّبیین سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم نہیں ہوئی اس لیے آپ کے بعد مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہو اور اس کی تبلیغ کرتے ہو، اور قرآن کریم نے جو سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیین بتایا ہے اور آپ نے خود اپنے بارے میں انا خاتم النّبیین فرمایا ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱) اور اپنے اسماء بتاتے ہوئے العاقب الذی لیس بعدہ نبی فرمایا ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱) اور اپنے بارے میں لا نبی بعدی فرمایا ہے (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) ان سب واضح اعلانات کا انکار کرتے ہو اس لیے سب مسلمان تمہیں کافر کہتے ہیں اور تم بھی انہیں ان کے ختم نبوّت کے عقیدہ کی وجہ سے کافر کہتے ہو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ خاتم النّبیین سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ آپ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جبرائیل علیہ السّلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے وہ سورۃ الاحزاب کی آیت لے کر نازل ہوئے جس میں سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں تصریح ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں (یاد رہے کہ قرأت متواترہ میں خاتم النّبیین تاء کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور تاء کے زیر کے ساتھ زیر والی قرأت سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اس میں افضل النبیین والی تمہاری تاویل و تحریف نہیں چلتی)

اس کے بعد یہ بتاؤ کہ خاتم النّبیین سیّدنا محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد سے صحابہ اور تابعین اور محدّثین اور ائمہ مجتہدین اور تمام مسلمین چاروں امام اور ان کے مقلدین جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق خاتم النّبیین سیّدنا محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے وہ کافر تھے یا مؤمن۔ تمہارے عقیدہ کے مطابق ان سب کا کافر ہونا لازم آتا ہے۔

اور قرآن سے اور حدیث سے اور قرآن و حدیث کی روایت کرنے والوں بلکہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا تعلّق رہا؟ یہ سب حضرات عقیدہ ختمِ نبوّت کے حامل تھے اور تم کہتے ہو کہ ان کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ اگر کوئی مرزائی یُوں کہے کہ دورِ حاضر کے مسلمانوں کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ اُنھوں نے مرزا کی نبوّت کا انکار کر دیا اور ان کے دعوائے نبوّت سے پہلے جو حضرات تھے ان کے سامنے مرزا کا ظہور نہیں ہُوا تھا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اصل مسئلہ کا تعلق عقیدہ ختمِ نبوت سے ہے کسی شخص کے دعوائے نبوّت کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے۔ اگر مرزا نبوّت کا دعوٰی نہ کرتا تب بھی عقیدہ ختمِ نبوّت کے منکر کافر ہی ہوتے۔

قادیانیو! تمہارے عقیدہ کیمطابق تو کوئی بھی حق پر نہ رہا اللہ تعالیٰ نے بھی ختمِ نبوّت کا اعلان غلط کیا۔ (العیاذ باللہ) اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے بھی لَا نَبِیَّ بعدی غلط فرمایا (العیاذ باللہ) اور حضرات صحابہ اور تابعین اور اُن کے بعد کے تمام مُسلمان جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخر الانبیا اور خاتم الانبیا مانتے تھے سب کو کافر بنا دیا مسلمانوں کی عقائد کی کتابوں میں تو یہی لکھا ہے کہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہو گئی دیکھو شرح عقائد نسفی میں ہے۔ وَاَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ آدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ علیہ السّلام صدیوں سے یہ کتاب مسلمان پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں اور اسی کے مطابق اُن کا عقیدہ رہا ہے۔ اور الاشباہ والنظائر میں ہے اِذا لم یعرف ان محمدًا آخر الانبیاء فلیس بمسلمٍ لِاَنَّہٗ من الضروریات (جس نے یہ نہ پہچانا کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سب نبیوں میں آخری نبی ہیں تو وہ مُسلمان نہیں ہے۔ اس لیے کہ محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے) قادیانیوں نے تو سب کا صفایا کر دیا۔ کروڑوں مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ ان کے عقیدہ سے تو کوئی مومن ہے ہی نہیں۔

ارے قادیانیو! خود رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بھی تمہاری زد سے نہیں بچے کیونکہ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ میں خاتم النّبیین ہوں جب تمہارا یہ حال ہے تو کون سے اسلام کی دہائی دیتے ہو اور بار بار یُوں کہتے ہو کہ ہم مُسلمان ہیں۔ نبوّت کا دعوٰی کرنے سے پہلے خود تمہارا مرزا قادیانی بھی اس بات کا قائل تھا کہ خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی بھی نبی آنے والا نہیں اس نے اپنے رسالہ ایامِ صلح میں لکھا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے پس یہ کس قدر

جُرأت دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمدًا چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوّت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوّت باقی ہے اس کی وحی بلا شبہ نبوّت کی وحی ہوگی۔

جامع مسجد دہلی میں ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ "اب میں مفصلہ ذیل اُمور کا مُسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ مَیں جناب خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (رسالہ تبلیغ رسالت از مرزا قادیان)

للٰہذا تمہارے مرزا قادیانی اسلامی عقیدہ کے اعتبار سے اور خود اپنے اقرار سے نبوّت کا دعوٰی کر کے کافر ہو گیا۔ تم لوگ جو اُسے نبی کہتے ہو قرآن و حدیث کی رو سے اور خود اس کے اعلان کے اعتبار سے کافر ہو گئے۔ جب تمہارے مرزا نے خود کہدیا کہ "لا نبی بعدی" میں نفی عام ہے اس کے بعد کسی بھی طرح کی نبوّت کا دعوٰی کرنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بات کو جھٹلانا ہُوا، کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کسی بھی بات کا جھٹلانے والا مُسلمان ہو سکتا ہے اور اپنی جھوٹی نبوّت کو چالو کرنے کے لیے جو مرزا نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ مَیں ظلی یا بروزی نبی ہوں اور یہ کہ میری صورت میں محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دوبارہ تشریف لائے ہیں کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا تھا اور بتایا تھا کہ مَیں دوبارہ دوسری شکل میں آؤں گا؟ جب آپ نے یہ نہیں فرمایا تو مرزا نے خود اپنے پاس سے یہ بات کیسے بنالی جبکہ اس نے خود ہی یہ کہہ دیا تھا کہ "لا نبی بعدی" میں نفی عام ہے فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

قادیانیوں کا سارا دھندا جھوٹ اور مکر و فریب تو ہے ہی مُسلمانوں کو جب دعوت دیتے ہیں تو شروع میں جماعت احمدیہ کے نام سے تعارف کراتے ہیں کچھ اخلاق کی اور خدمت اسلام کی باتیں کرتے ہیں جب آدمی تھوڑا سا متأثر ہو جاتا ہے تو ذرا سے پر نکلتے ہیں مرزا قادیانی کا نام سُناتے ہیں پہلے اسے، مہدی یا مجدّد بتاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ فریب کے جال میں پھنساتے پھنسلتے مرزا کی نبوّت کا اقراری بنالیتے ہیں جو کسی شخص کو ختم نبوّت کا عقیدہ معلوم ہو اور وہ شروع ہی میں یُوں

کہہ دے کہ تم مُسلمان نہیں ہو اپنے ختمِ نبوّت کے عقیدہ کے منکر ہو۔ مرزا قادیانی کی نبوّت کے قائل ہو تو بالکل برملا کہہ دیتے ہیں ہم تو نبی نہیں مانتے ہماری طرف یہ بات غلط منسوب کی جاتی ہے ہم تو مجدّد مانتے ہیں حالانکہ جس شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہو اُسے مجدّد ماننا بھی کفر ہے۔ مجدّد وہ ہے جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دین کی تجدید کرے یعنی اس کی اتنی خدمت کرے کہ عام طور سے جو شریعت کے احکام چھوڑ دیے گئے ہوں اُنہیں زندہ کرے اور اُمّت میں پھیلائے۔ مرزا قادیانی نے محمّد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دین کی کچھ بھی خدمت نہیں کی بلکہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے جہاد کی منسوخی کا اعلان کر دیا خاتم الانبیاء سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاری کیے ہوئے حکم جہاد کو منسوخ قرار دے دیا بھلا کسی کو اس حکم کے منسوخ کرنے کی کیا مجال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مشروع فرمایا ہے اور خاتم الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس پر عمل کیا اور قیامت تک جاری رکھنے کا فیصلہ فرما دیا۔

خاتم النّبیین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الحق ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّال (رواہ ابوداؤد) ہمیشہ میری اُمّت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی یہ لوگ اپنے دُشمنوں پہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجّال کو قتل کرے گا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا وَالجِهَادُ مَاضٍ مذ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلٰی ان یقاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الاُمَّةِ الدجّالَ لَا یبطله جَوْرُ جائرٍ وَلَاعَدْلُ عَادِلٍ (رواہ ابوداؤد) اور جہاد برابر جاری رہے گا جب سے مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ اس اُمّت کا آخری گروہ دجّال سے قتال کرے گا کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اسے باطل نہیں کرے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۸ از ابوداؤد)

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو یہ فرمائیں کہ جہاد ہمیشہ کے لیے جاری ہے جو دجّال کے قتل کرنے تک جاری رہے گا، لیکن مرزا قادیانی دجّال کہتا ہے کہ مَیں جہاد کو منسوخ کرتا ہوں۔ یہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دین کی تجدید ہے یا تنسیخ ہے؟ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مرزا نے اپنے بارے میں یُوں بھی کہا کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہی دوسری

صورت میں تشریف لائے ہیں اور یہ پہلی صورت سے زیادہ اکمل ہے۔ دعوٰی یہ ہے کہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم میری صورت میں دوبارہ آئے ہیں لیکن اُن کے دین پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے اور اُن کے بتائے ہوئے احکام کو منسوخ کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے ملحد کا کوئی دین نہیں ہوتا اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا ہے کہ مَیں نے پہلے کیا کہا تھا۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد تو مشہور ہے ہی۔

اب قادیانیوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ ٹیلی فون کی ڈائری اُٹھاتے ہیں اس میں سے ٹیلیفون نمبر لیتے ہیں اور پتہ نوٹ کرتے ہیں پھر اُسے خط لکھتے ہیں یا ٹیلیفون پر بات کرتے ہیں اور اسے باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تو مظلوم ہیں مُسلمان ہیں کلمہ گو ہیں زبردستی ہم پر کُفر لاگو کیا جا رہا ہے جب پاکستان اسمبلی نے تمہیں کافر قرار دے دیا جس کے ممبران ساری سیاسی پارٹی کے لوگ تھے اور ہر جماعت کے لوگ تھے (عُلماء تو تھوڑے ہی سے تھے) تو اب یہ رونا اور گانا کہ ہم مظلوم مسلمان ہیں بے علم لوگوں کو دھوکہ دینے کے سوا کیا ہے۔

قادیانیوں ذرا ہوش کی دوا کرو یہ دُنیا یہیں دھری رہ جائے گی اپنے بارے میں دوزخ میں جانا کیوں طے کرلیا ہے اور مُسلمانوں کے دلوں سے کیوں ایمان کھرچتے ہو اس جان کو دوزخ سے بچاؤ اور مرزا طاہر اور اس کے خاندان کو مالدار اور امانت باقی رکھنے کے لیے اِس کی جماعت میں کیوں شریک ہو؟ خاتم النّبیین سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے۔ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ "رواہ ابن ماجۃ" یعنی قیامت کے دن بدترین لوگوں میں وہ شخص بھی ہوگا جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دُنیا کی وجہ سے برباد کرے۔

قادیانی مبلغین سے واضح طور پر ہمارا کہنا ہے اور بطور خیر خواہی ہے کہ دل کی آنکھیں کھولیں اور اپنی موت کے بعد کی زندگی کی فکر کریں۔ عذاب الیم اور عقاب شدید سے اپنی جان بچائیں قرآن کریم کی آیت فلا تغرنکم الحیٰوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللّٰہِ الغرور بار بار پڑھیں اور اس کا مطلب دل میں بٹھائیں۔

مرسلہ: مولانا تنویر احمد شریفی

علماءِ اُمّت کا منصب اور مقام

دینی تعلیم کے بارے میں ذمّہ داری اور دینی تعلیم کا عمومی نظام

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مُرشدی حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نے ۵۱ھ میں زیارت حرمین شریفین کا ارادہ فرمایا رمضان المبارک کا چاند نظام الدّین میں دیکھا گیا اور دہلی جنکشن کے ریلوے پلیٹ فارم پر بڑی کثیر جماعت کے ساتھ نمازِ عشاء اور تراویح ادا کی گئی، رفیق سفر یہ نابکار اور میاں جی کریم بخش میواتی تھے۔ منفرڈ کلاس کا ایک چھوٹا ڈبہ جس میں صرف دو سیٹ تھی اپنے لیے انتخاب کیا گیا اور سامان رکھ کر اپنے آدمیوں کو بٹھا دیا گیا۔ گاڑی جب تک کھڑی رہی رُخصت کرنے والوں کا ہجوم رہا اور کسی مسافر کی اس ڈبہ میں آنے کی نوبت نہ آئی۔ جب گاڑی چلنے لگی تو سب اُتر گئے اور ایک ریلوے ملازم نے اس خیال سے کہ راستہ میں تکلیف نہ ہو رات آرام سے گزر جائے ڈبہ کا تالا لگا دیا۔

گاڑی آہستہ آہستہ چلنی شروع ہُوئی تو دیکھا کہ ایک صاحب بہادر پریشان حال کھڑے ہیں۔ قلی سر پر سامان لیے ہُوتے ہے، گاڑی میں کہیں ان کو جگہ نہیں ملی، چلتی گاڑی میں کوشش کر کے کھڑکی سے اُن کو ڈبہ میں سوار کرایا اور ان کا سامان لیا۔ معلوم ہُوا کہ یہ صاحب بہادر بھی کراچی ہی جا رہے ہیں، پانی پت کے رہنے والے ہیں اور مولانا حالیؒ مرحوم کے خاندان کے چشم و چراغ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونہار ہیں جن کی مسدس حالی نے تہذیب یورپ کی دھجیاں بکھیر دیں دلوں کو گرمایا، مسلم خوابیدہ کو بیدار اور ہوشیار کیا جس کا اس زمانہ میں خاص چرچا تھا۔

صبح صادق ہونے کے بعد ہم تینوں نے ڈبہ میں جگہ کر کے جماعت سے نماز پڑھی۔ صاحب بہادر نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بستر سے اُٹھے ڈاڑھی

مونچھ صاف کی، مُنہ ہاتھ دھوئے، جوتوں پر پالش کی پھر سُوٹ بوٹ پہن کر آراستہ ہوکر بیٹھ گئے اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے مَیں تمہاری شرافت و متانت دیکھ کر بہت خوش ہُوا تھا۔ اَب مجھے اس بات کا بہت افسوس ہو رہا ہے کہ تم شریف اعلیٰ خاندان کے فرد ہوتے ہُوئے بھی ابھی تک جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہو، مولویوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے۔ حضرت محمدؐ بہت سمجھ دار انسان تھے اُنھوں نے جاہل، غیر مہذّب عربوں کو قسم قسم کے لالچ دے کر اور خوف و دہشت سے ڈرا کر اپنی قوم کو مہذب اور متمدن بنایا اور گندہ خراب و خستہ عربوں کو صاف سُتھرا رہنے کا سلیقہ سکھایا اسی کے لیے یہ سب وضو نماز وغیرہ مقرّر کی بے شک یہ ان عربوں کے لیے بہت ضروری تھا، مگر اب زمانہ بدل گیا ہے، یورپ تہذیب و تمدن میں بہت زیادہ آگے بڑھ گیا ہے اور تم شریف لوگ بھی ابھی تک ان مولویوں کے بہکانے سے اسی پرانی لکیر کے فقیر بنے ہُوئے ہو۔

مجھے اس قسم کے لوگوں سے پہلے بھی سابقہ پڑ چکا تھا اس لیے مَیں نے ان کی اچھی طرح خبر لی، اور اَب تک کی ساری دوستی درشتی اور سختی میں بدل گئی، ناچار ان کو لاجواب ہونا پڑا۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ خاموش ہماری باتوں کو سُنتے رہے، پھر نہایت تاسف اور رنج کے ساتھ مجھ سے فرمایا:

"میاں احتشام! ان بے چاروں کے خواہ مخواہ کیوں سر ہوتے ہو، قصوروار ہم ہَیں کہ ہم نے اب تک ان کو دین سے بے خبر رکھا۔"

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے مسلم طلبار کی ذمّہ داری والدین پر عائد ہے اور ان کا الحاد و اور بے دینی کے خیالات ان کی مذہبی ناواقفیّت کی بنا پر ہے اس لیے والدین ہی قصوروار ہیں، مگر حقیقت حال اس کے خلاف ہے۔ ابتداء عمر میں مُسلمان بچّوں کو جس قدر چاہے مذہبی تعلیم دے دی جائے مگر ان کا دماغی ڈھانچہ اور مزاج کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جاکر یا ماحول اور غلط تعلیم و تربیت سے بالکل بدل جاتا ہے اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم و تربیت کے بعد تو اس کے اسلامی خیالات و جذبات اور رجحانات بالکل یورپ کی ترجمانی اور نقالی ہو جاتے ہَیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی درس گاہوں کے فارغ التحصیل طلباء بھی جب کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ماحول میں گھر جاتے ہیں تو اسی ماحول کے خیالات کے حامل بن جاتے ہیں جس ماحول

میں گھرے ہُوئے ہوتے ہیں اور یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے جس کو بدلا نہیں جا سکتا۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ ثم ابَوَاہ یھودانہ الخ (حدیث)

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

غریب والدین جو خود دین سے پورے طور پر واقف نہیں وہ کس طرح ان اثرات کا ازالہ کر سکتے ہیں؟ یہ تو عُلماءِ حق کا کام ہے کہ ان اثرات کی نوعیّت کا صحیح اندازہ کریں اور اس کے مناسب تدابیر اختیار کریں۔ اصلاح حال کی کوشش فرمائیں ان کو روحانی مریض سمجھ کر ان کی تیمار داری کریں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس پر اچھی طرح روشنی ڈالی ہے کہ جب علماء ورثاء انبیاء تو ان کی ذمّہ داری ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی طرح شہر بہ شہر گاؤں اور گاؤں در بدر خود لوگوں کے گھروں پر جائیں اور جس قسم کے امراض میں وہ لوگ مبتلا ہیں اس کے مناسبِ حال تدابیر کریں اس میں کوتاہی کے خود عُلما ذمّہ دار ہیں اور وہی قصور وار ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت عروج پر تھی اور مدارس و خانقاہیں آباد تھیں ہر طرف علوم و معارف کا چرچا تھا۔ پھر بھی اُنھوں نے اس کمی کو محسوس فرمایا اور عُلماء اُمت کو اس کام کی طرف متوجہ فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

کہ دین کے طبیب عُلماء ہیں جو انبیاء کرام کے وارث اور جانشین ہیں۔ پس خطا کار لوگ اگر اپنے گناہوں کو جانتے ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ طبیب سے اپنے مرض کا علاج کرائیں، جو عالم دین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی خطا و لغزش اور روحانی امراض سے خالی نہیں ہے۔

وان کان لا یدری ان ما یرتکبہ ذنب فعلی العالم ان یعرفہ ذٰلک بان یتکفل کل عالم باقلیم او بلدۃ او محلۃ او مسجد او مشھد یعلم اھلہ دینھم و یمیز ما یضرھم عما ینفعھم وما یشقیھم عما یسعدھم ولا ینبغی ان یصبر الی ان یسئل عنہ بل ینبغی ان یتصدی لدعوۃ الناس الی نفسہ فانھم ورثۃ الانبیاء والانبیاء ما ترکوا الناس علیٰ جھلھم بل کانوا ینادونھم فی مجامعھم و یدورون علیٰ ابواب دورھم فی الابتداء ویطلبون واحدًا احدًا فیرشد ونھم فان مرضی

القلوب لا یعرفون مرضھم کما ان الذی ظھر علی وجھہ برص ولا مرآۃ معہ لا یعرف مرضہ مالم یعرفہ غیرہ۔

اور اگر وہ نہیں جانتے کہ جن امور کو وہ کر رہے ہیں وہ گناہ ہے تو عالم پر یہ فرض ہے کہ اس کو یہ بات سکھائے اور بتائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر عالم ایک صوبہ یا شہر یا محلہ کا یا مسجد یا خانقاہ کا ذمّہ دار ہو جائے اور وہاں کے لوگوں کو اُصول دین سکھائے اور ان کو نقصان پہنچانے والے اور نفع پہنچانے والے اُمور اور شقاوت و سعادت والی باتوں میں فرق و امتیاز بتائے۔

یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ ان کے دریافت کرنے کا انتظار کرے بلکہ مناسب یہ ہے کہ خود لوگوں تک دین کی دعوت پہنچائیں، کیونکہ عُلماء انبیاء کرام کے جانشین ہیں اور انبیاء لوگوں کو جہالت پر نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ خود ان کی مجلسوں میں جاکر اعلانِ حق فرماتے تھے۔ ان کے گھروں کا گشت لگاتے تھے۔ در بدر پھرتے تھے اور ایک ایک کو تلاش کرتے تھے۔ پھر ان کو رشد وہدایت کی باتیں بتاتے تھے، کیونکہ قلوب کے مریض اپنے امراض کا ادراک نہیں کرتے، جیسا کہ اگر کسی شخص کو برص کی بیماری ہو اور آئینہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ اپنے مرض سے اس وقت تک واقف نہیں ہوسکتا جب تک دوسرا آدمی اس کو نہ بتائے۔

عُلماء اُمّت کی اس اہم ترین ذمّہ داری پر متوجہ فرمانے کے بعد پھر سلاطین اسلام کو بھی اس ذمّہ داری میں شریک فرما دیا، کیونکہ ایک اسلامی سلطنت کی بھی اصل ذمّہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم کا پُورا پُورا بندوبست کرے۔

چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

وھذا فرض عین علی العلماء کافۃ وعلی السلاطین کافۃ ان یرتبوا فی کل قریۃ وفی کل محلۃ فقیھا متدینا یعلم الناس دینھم فان الخلق لا یولدون الا جھالاً فلا بدمن تبلیغ الدعوۃ الیھم فی الاصل والفرع والدنیا دار المرضی اذ لیس علیٰ بطن الارض الا میت ولا علیٰ ظھرھا الا سقیم ومرضی القلوب اکثر من مرضی الابدان

العلماء اطباء والسلاطین قوام دار المرضی فکل مریض لم یقبل العلاج بمداوة العالم یسقم الی السلطان لیکف شرہ (الربع الرابع من کتاب احیاء العلوم للغزالی باب دواء التوبۃ)

اور یہ فرض عین ہے تمام علماء پر اور تمام سلاطین پر کہ ہر گاؤں اور ہر محلّہ میں ایک دیندار فقیہہ مقرّر کریں تاکہ وہ لوگوں کو ان کا دین سکھائے کیونکہ مخلوق جاہل ہی پیدا ہوتی ہے تو لا محالہ ان تک اُصول و فروع میں دین کی دعوت پہنچانا ضروری ہے۔ دنیا تو مریضوں کا گھر (شفاخانہ) ہے کیونکہ زیر زمین مردہ ہے اور جو بھی زمین کے اُوپر ہے وہ بیمار ہے اور قلوب کے بیمار اجسام کے بیماروں سے زیادہ ہیں۔ علماء دین کے اطباء ہیں اور سلاطین اس شفاخانۂ دین کو قائم رکھنے والے ہیں۔ اب جو مریض بھی عالم کی تدبیر کے موافق علاج کو قبول نہ کرے اس کو سلطان کے حوالے کرے کہ اس کے اس شر کا ازالہ کرے۔

اب معلوم ہوگیا کہ امام غزالیؒ نے دین سے ناواقفیت کی ذمّہ داری کس پر عائد کی ہے؟ اور قصور وار کون ہے؟ اور اس ذمّہ داری کی ادائیگی کی صُورت کیا بتلائی ہے؟ لیکن جب جہالت ناواقفیّت عام ہو اور دل و دماغ کے بیماروں کی تعداد بڑھ جائے تو اس وقت صرف ڈاکٹروں اور طبیبوں پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی یہ بھی ذمّہ داری ہوگی کہ مناسب لوگوں کو مختصر اور ضروری باتیں بتاکر بیماروں کی خبرگیری کے لیے بھیجیں اور ان کو تاکید کردیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی بات نہ بتائیں بلکہ اُن میں دین کی طلب کا شوق اور جذبہ پیدا کردیں تاکہ وہ دین کو دیندار علماء سے سیکھیں اور اس پر عمل کریں، گویا علمِ دین کے دائرہ کو وسیع سے وسیع کردیا جائے تاکہ دین کی روشنی پھیلے اور باطل کی تاریکی دُور ہو۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی دیہاتی آبادی دارالاسلام اور اس کے اطراف و نواح کے رہنے والے کی دینی بے خبری جہالت و غفلت کا ذکر کرتے ہوئے علماء اور شہری مُسلمانوں کو ان کے اس فریضہ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔

واکثر الناس جاھلون بالشرع فی شروط الصلوٰة فی البلاد فکیف فی القرٰی والبوٰدی منھم الاعراب والاکراد والترکمانیة وسائر اصناف الخلق۔

ومعلوم ان الانسان لا یولد عالمًا بالشرع وانما یجب التبلیغ علی اھل العلم

فکل من تعلم المسئلہ الواحدۃ فھو من اھل العلم بھا۔ وھذا اشغل مشاغل لمن یھمہ امر دینہ یشغلہ عن تجزیۃ الاوقات فی التفریعات النادرۃ والتعمق فی دقائق العلوم التی ھی من فروض الکفایۃ ولا یتقدم علیھا الا فرض عین او فرض کفایۃ ھو اھم منہ (احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف)

اور شہروں میں بھی اکثر لوگ شریعت سے ناواقف ہیں حتّٰی کہ نماز کی شرطیں تک نہیں جانتے، پھر دیہاتوں اور خانہ بدوش لوگوں کا کیا حال ہوگا جن میں بدوی کُرد، ترکمانی اور مختلف قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ انسان ماں کے پیٹ سے شریعت کا واقف پیدا نہیں ہوتا اس تک دین کا بھیجا جانا اہلِ علم ہی کے ذمّہ ہے پس جس نے دین کا ایک ضروری مسئلہ بھی سیکھ لیا وہ اس کا عالم ہے۔ وہ شخص جو اپنی دینی ذمّہ داری کی اہمیّت محسوس کرتا ہے نادرالوقوع فروعات اور دقیق علوم کے انہماک میں کبھی اوقات ضائع نہیں کرسکتا کیونکہ وہ فروض کفایہ سے ہیں اور اس مشغلہ پر فرض عین ہی مقدم ہوسکتا ہے، یا پھر وہ فرض کفایہ جو اس سے بھی اہم ہو۔ (احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم فریضہ کی ذمّہ داری عُلماء کرام اور سلاطین اسلام دونوں پر عائد فرمائی ہے کیونکہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) میں تحصیل علم اور تحصیل اقتدار (تمکین فی الارض) دونوں کا مقصد ایک ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ (الآیۃ) اور تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی اصل غرض آخر مضمون میں ظاہر ہوجائے گی۔

یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے درمیانی فقرے تھے جو خصوصی توجہ کے لیے درج کیے گئے پہلی عبارت بابُ دواءِ التوبۃ سے نقل کی گئی جس کا حاصل یہ ہے کہ عمومی امراض و بلایا کا باعث جیسا ظاہری اسباب ہوتے ہیں اور اُن کے تدارک کے لیے طبیبوں اور ڈاکٹروں کی ذمّہ داری ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کے باطنی اور حقیقی اسباب بھی ہوتے ہیں اور وہ معصیتوں اور گناہوں کی کثرت ہے اور اس کے طبیب روحانی عُلماء اُمّت ہیں کیونکہ وہ انبیاء کرام کے وارث اور جانشین ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت

کا مقصود ہی مخلوقِ خدا کو کفر و شرک اور گناہ و معصیت کی گندگی سے ہٹا کر بندگی اور فرمانبرداری کی راہ پر ان کو قائم کرنا ہے جو انسانی زندگی کے لیے اصل صراطِ مستقیم ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کے دو اہم مقصود ہوتے ہیں۔ معروفات کی ترویج، منکرات کا انسداد و ازالہ۔

معروفات میں اصلِ اُصول خالق عزوجل کی شان صفات کی صحیح معرفت اور اعتقاد و یقین ہے جس پر باقی معروفات اور حسنات کے برگ و بار لگتے ہیں جو بے حد و بے نہایت ہیں۔

منکرات کی اصل جڑ خالق عزوجل سے بغاوت و سرکشی اور اس کی ذات و صفات میں کفر و شرک کی آمیزش ہے جو سنگین ترین جرم ہے اور ناقابلِ معافی و تلافی گناہ ہے۔

ان منکرات کا شیوع بھی بے علمی اور ناواقفیت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اس کی ذمہ داری بھی عُلماء اُمّت ہی پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ انبیاء کرامؑ کے وارث اور جانشین ہیں۔ اس ذمّہ داری کی ادائیگی اور اس فریضہ سے سبکدوشی کی اُنھوں نے کئی شکلیں تجویز کی ہیں اس لیے اب اس پوری عبارت کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ عُمومی اصلاح و تربیت کی تدبیریں ہیں۔

"خُوب سمجھ لو کہ اس زمانہ میں گھروں میں بیٹھنے والے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں۔ منکر و معصیت سے خالی نہیں، کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی دعوت و تبلیغ اور ان میں معروف کی ترویج سے غافل بیٹھے ہیں۔ جبکہ اکثر لوگ شہروں میں بھی شریعت سے ناواقف ہیں حتّٰی کہ نماز کی شرائط بھی نہیں جانتے پھر قصبات و دیہات کا کیا حال ہوگا؟ جن میں بدوی کردی اور ترکمانی اور ہر نوع کی مخلوق آباد ہے۔

حالانکہ یہ امر ضروری ہے کہ شہر کے محلّہ محلّہ میں ہر مسجد میں ایک عالم فقیہہ مقرّر ہو جو لوگوں کو دین سکھائے۔ اسی طرح ہر قصبہ میں بھی اور ہر عالم و فقیہہ پر جو اپنے فرض عین کی ادائیگی سے فارغ ہو اور فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے فارغ ہو سکے۔

لازم ہے کہ اپنے شہر کے قرب و جوار کے بدوی، کرد اور دیگر اقوام کے پاس جائے اُن کو اُصول دین اور فرائضِ شریعت سکھائے، اپنا توشہ اپنے ساتھ لے جائے اسی کو کھائے ان لوگوں کا کھانا نہ کھائے۔ کیونکہ بیشتر یہ کھانے مشکوک اور مشتبہ ہوتے ہیں۔ اس کام کے لیے اگر ایک شخص بھی کھڑا ہوگیا تو باقی مُسلمانوں سے باز پرس نہ ہوگی، ورنہ باز پرس عام ہوگی اور سب کے سب تمام مسلمانوں سے ہوگی۔

عُلماء سے تو اس لیے ہوگی کہ اُنھوں نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں تقصیر کی اور جاہلوں سے اس لیے ہوگی کہ اُنھوں نے ضروریات دین سیکھنے میں کوتاہی کی (کیونکہ بقدر ضرورت دین کا سیکھنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے۔)

اور جو عامی شخص بھی دینی فرائض اور نماز کی شرائط سیکھ لے اس پر واجب ہے کہ وہ اُنکو دوسروں تک پہنچائے ورنہ گناہ میں شریک ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ انسان شریعت سے واقف پیدا نہیں ہوتا اس تک شریعت کا پہنچانا اہلِ علم ہی پر واجب ہے پس جس شخص نے دین کا ایک مسئلہ ضرور یہ بھی سیکھ لیا وہ اس کے بارے میں اہل علم سے ہے۔

میرے نزدیک فقہاء اُمّت پر گرفت زیادہ سخت ہے، اس کام میں ان کی دسترس واضح ہے اور یہ اُن کے مشغلہ کے بھی زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اگر سب صناع (کاریگر) اپنی صنعت کو چھوڑ دیں گے تو لوگوں کی معاشی زندگی معطل و بے کار ہو جائے گی۔ پس فقہائے اُمّت نے جس کام کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈالا ہے۔ وہ مخلوق کی صلاح و فلاح کے لیے لابدی امر ہے۔ فقیہہ کی شان اور اس کی حرمت یہی ہے کہ جو دین اس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہنچا ہے اس کو دوسروں تک پہنچائے کیونکہ عُلماء انبیاء کرام ؑ کے وارث ہیں جانشین ہیں، ان کے لیے کسی طرح روا نہیں کہ گھروں میں بیٹھے رہیں اور کسی وقت مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو ضروریات دین نہ سکھائیں جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ نمازوں کو بھی اچھی طرح سے ادا نہیں کر رہے

پس ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ہی نفس سے اس کام کا آغاز کرے. فرائض خداوندی کا اس کو پابند بنائے اور محرمات شرعیہ سے اس کو باز رکھے۔ پھر ان ہی اُمور کو اپنے گھر والوں کو سکھائے پھر ان سے فراغت کے بعد اُن کو عام کرنے کے لیے اپنے پڑوسیوں تک پہنچائے پھر اپنے محلّہ والوں تک پہنچائے پھر اپنے شہر والوں کے اِرد گرد خانہ بدوشوں تک پھر دیہاتیوں تک جن میں کرد وغیرہ اقوام آباد ہیں اسی طرح دین کو منتہائے عالم تک پہنچا دے۔

اگر اس کام کے لیے قُرب و جوار کے مسلمان کھڑے ہو جائیں تو دُور والوں کے ذمّہ سے اس کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی، ورنہ ہر مُسلمان سے اس کی گرفت ہوگی خواہ وہ قریب ہو یا دُور اور یہ گرفت اس وقت تک ساقط نہ ہوگی جب تک روئے زمین پر ایک شخص بھی ایسا باقی رہے گا جو دین کے فرائض میں سے کسی ایک فریضہ سے بھی جاہل ہو اور اس مسلمان کو اس کی مقدرت بھی ہو کہ خود یا

اوّل مبدأ و معاد وغیرہ امور کے متعلّق ضروری عقیدوں کی تصحیح و توثیق۔

دوسرے عبادات و طاعات اور اعمال و افعال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے موافق پورا کرنے کی جدّ جہد

تیسرے اپنے تمام افعال و اعمال میں اخلاص اور صفت احسان پیدا کرنے کی سعی بلیغ اور یہی امور عُلماء اُمّت سے مطلوب ہیں اور ان کے منصب کے شایان ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں عُلماء اُمّت کو اس اہم ذمہ داری اور ان کے فریضہ منصبی کی جانب متوجہ فرمایا ہے اور سلاطین زمانہ کو ان کے مقاصد سلطنت کی طرف توجّہ دلائی ہے وہاں عمومی تعلیم و تربیت اور عام اصلاح و راستی کے لیے ایک مختصر "نظام عمل" بھی مقرّر فرمایا ہے جو قرآن و حدیث اور انبیاء و مرسلین اور سلف صالحین کے اسوۂ حسنہ اور طرزِ زندگی سے ماخوذ ہے اور مجرب و منصوص ہے۔

اس "نظام عمل" کے چند اجزا ہیں۔

(۱) ہر عالم دین دین کی اشاعت و ترویج کو اپنی اصل ذمّہ داری قرار دے دے اور روئے زمین کے تمام انسانوں کی اصلاح و راستی اور ہمدردی و خیر خواہی اپنے ذمّہ فریضہ واجب سمجھے، جب دوسروں کی اصلاح و راستی اپنے ذمّہ سمجھے گا خود اپنے نفس کی اصلاح و راستی بدرجہ اتم اس کے ذمّہ ہوگی جو سب سے بڑا دُشمن ہے۔ اس لیے ہر امر میں خطاب اپنے نفس سے ہوگا پھر دوسرے لوگوں سے خطاب ہوگا جو ناواقفیت اور نادانی کی وجہ سے اس بُرائی اور گندگی میں پھنسے ہوتے ہیں نفس کی اصلاح کا اسلم طریق بھی یہی ہے۔

اب جس قدر بڑا عزم و ارادہ کیا ہے اسی کی بقدر اجر و ثواب بھی ہے اور اسی کی بقدر ہمت و استقلال بھی ڈرتا رہے ؎

ہمّت بلند دار کہ نزد خدا و خلق
باشد بقدرِ ہمّتِ تو اعتبار تو

(۲) جو عالم جہاں بھی ہے وہ اس علاقہ کی جہالت و گمراہی دُور کرنے اور اس میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے کا اصل ذمّہ دار ہے کیونکہ وہ اس علاقہ کے لیے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وارث و جانشین ہے پس ہر عالم دین کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ہی نفس سے اس کام کا آغاز کرے فرائض خداوندی کا اس کو پابند بنائے اور تمام محرمات شرعیہ سے اس کو باز رکھے، پھر انہی امور

کسی دوسرے ذریعہ سے اس جاہل شخص کو یہ فریضہ سکھا سکے، اس شخص کے لیے جو اپنی دینی ذمّہ داری کی اہمیّت کو محسوس کرتا ہے۔ نادر الوقوع تفریعات اور دقائق علوم کے انہماک میں کبھی اوقات ضائع نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ فروض کفایہ سے ہیں اور اس مشغلہ پر فرض عین ہی مقدم ہو سکتا ہے یا وہ فرض کفایہ جو اس سے اہم ہو۔" امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "فقہائے اُمّت پر دین پھیلانے کی (احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف) میں ذمّہ داری زیادہ عائد فرمائی ہے اور" فقاہت" کو ان کی خصوصیت صنعت و حرفت قرار دیا ہے۔ فقاہت فقہ سے مشتق ہے اور فقہ کے اصل معنی کسی مشاہد پر غور و فکر سے غائب علم تک پہنچنا ہے، لہٰذا فقہ علم سے خاص ہُوا اور محض علم سے بالاتر درجہ ہُوا اسی لیے فقہ فہم کے معنٰی میں بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ فہمِ شے علم سے اُونچا درجہ ہے، اور اصطلاح شریعت میں احکام شریعت کے علم کو "فقہ کہتے ہیں" اور احکام شریعت کے زیادہ سے زیادہ اُصول و فروع کی واقفیت فراہم کرنے کے بعد اس میں خصوصیت حاصل کر لینے کو" تفقہ فی الدّین" کہتے ہیں جس کے لیے مُسلمانوں کے ہر طبقہ میں ایک طبقہ مخصوص جماعت کا ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

(پس کیوں نہ تم میں سے ہر فرقہ کے کچھ لوگ (علمی مراکز میں) جائیں، تاکہ دین میں بصیرت اور پوری واقفیت حاصل کریں اور پھر اپنی اپنی قوموں کی طرف لوٹ کر ان کو آخرت کی سزا سے ڈرائیں)

اور ان تک دینی مقاصد اور اُصولی تعلیمات پہنچائیں۔ پس قرآن مجید میں تفقہ فی الدین کی غرض و غایت دوسروں کو انذار اور تبلیغ ہی ہے۔

اور یہی تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کا مقصد و منشاء ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ

(اور ہو جاؤ تم اللہ والوں سے ان کتابوں کے ذریعہ جن کی تعلیم و تعلم اور درس و تدریس میں تم لگے ہوئے ہو) پس تفقہ فی الدین اور علوم دین کے تعلیم و تعلم اور درس و تدریس سب کی اصل غرض و غایت انذار و تبلیغ اور ارشاد و تلقین ہی ہے۔ یہی انبیاء کرامؑ کی وراثت اور جانشینی ہے۔ اسی مشق اور جدّ و جہد سے" عالم ربانی" بنتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السّلام کی بعثت و نبوّت کے اہم مقاصد تین اُمور ہیں۔

کو اپنے گھر والوں کو سکھائے۔

پھر ان سے فراغت کے بعد ان کو عام کرنے کے لیے اپنے پڑوسیوں تک پہنچائے پھر اپنے شہر والوں تک پہنچائے۔ پھر اپنے شہر کے ارد گرد خانہ بدوشوں تک پہنچائے، پھر دیہاتوں تک پہنچائے جن میں مختلف اقوام آباد ہیں۔ اسی طرح منتہائے عالم تک پہنچا دے جس حد تک جس طرح بھی پیامِ حق پہنچا سکے اس میں دریغ نہ کرے۔

(۳) ایک عالمِ دین سمجھ دار دین دار ایک ملک کی ذمہ داری اپنے ذمہ قرار دے لے اور اپنی مساعی سے اپنی نگرانی میں اس ملک کے شہروں اور بڑی بڑی آبادیوں میں دین دار سمجھ دار علماء کو مقرر و متعین کرے جو ان شہروں اور آبادیوں میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے ذمہ دار ہوں اسی طرح یہ شہروں اور قصبوں کے ذمہ دار علما محلوں اور محلوں کی مسجدوں میں علماء کا تقرر و تعین کریں اور اپنی نگرانی میں ان سے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرائیں تاکہ پیامِ الٰہی گھر گھر پہنچ جائے ان کام کرنے والے علماء میں باہم ربط و تعلق خود اجتماعی شان پیدا کر دے گا، یہ بھی تنظیم مساجد اور اُن کے مقاصد کی تکمیل ہے۔

(۴) اصل چیز اہم دینی معتقدات اور فرائض خداوندی کو دوسروں کو سکھانا اور عام پھیلانا ہے اور ان کے ذریعہ مخلوقِ خدا کے نظریات و خیالات اور اعمال و کردار کی اصلاح و راستی ہے پس جب تک بھی اُصول اسلام اور مہمات دین سے ناواقفیت اور اجنبیت پائی جائے فروعی اور جزئی اُمور کی جانب التفات نہ کی جائے اور اُصول دین کی تبلیغ و دعوت کو جو اصل مقاصد ہیں جن پر آخرت کی نجات موقوف ہے فروعات اور جزئیات سے بہر حال مقدم رکھا جائے۔ اصول دین کو سکھانا اور پھیلانا خود علماء کی ذمہ داری ہے، اس کو ان کی طلب پر نہ چھوڑیں۔

(۵) اس کام کو جو عالمِ دین بھی اختیار کرے اپنی دینی ذمہ داری کی حیثیت سے اختیار کرے۔ آخرت کی باز پُرس اور گرفت کے خوف کی وجہ سے اختیار کرے اور انبیاء اور رسولوں کی نیابت کی حیثیت سے اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی بارگاہ میں تقرب اور رضا و خوشنودگی کے حصول کے لیے اختیار کرے۔ اسی حیثیت سے اس اہم فریضۂ خداوندی میں اشتغال و انہماک ہو دینوی اغراض و منافع کی آمیزش نہ ہو اور دوسروں سے مستغنی اور بے نیاز ہو۔ کسی اُجرت اور وقعت کا خواہاں اور جویاں نہ ہو یہ نظام عمل مختصر اور سہل ہے اس سے دارین کی کامیابی اور سرخروئی

بقیہ بر صفحہ ۴۲

مرسلہ: ڈاکٹر محمد امجد

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدّس سرّہ العزیز

کا ایک مکتوب گرامی

تعلیمِ جہاد

حضرت مجدد صاحب نے سلاطین اور اُمراء کو پابندِ شرع بنایا۔ حضرت خواجہ معصوم ان کو مجاہدِ اسلام بناتے ہیں۔ وہ جدال و قتال جو ملک گیری کے لیے ہوگیا تھا۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد میں وہ شعائرِ اسلام کے قیام کے لیے ہونے لگا۔ ایّامِ شاہزادگی میں شاہجہان نے عالمگیر کو بلخ کی مہم پر مامور[1] فرمایا تھا۔ اس موقعہ پر حضرت خواجہ نے جو مکتوب عالمگیر کو تحریر فرمایا۔ وہ ہر ایک مُسلمان کے لیے سبق آموز ہے ہم ذیل میں اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اصل جہاد اپنے نفس کو مارنا ہے نفس کشی کے بعد جہاد بالسّیف اُسی وقت معتبر ہوگا جبکہ اپنی اغراض سے پاک ہو کر صرف احکامِ ربّانی کی تعمیل کے لیے ہو۔

ارشاد ہوتا ہے خوشا وقت و خوشا حال کہ اس عظیم الشّان مہم کے لیے کمرِ ہمّت چُستی کے ساتھ کس لی ہے اور شوق و حُسنِ نیّت کے ساتھ ایک دَور دراز سفر اختیار کیا ہے جس کا نتیجہ لامحالہ خیر و برکت ہوگا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

جنّت میں سو درجے ہیں۔ سب سے اُوپر کا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے ہے۔ ہر دو درجوں میں زمین سے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ (بخاری شریف)

---

[1] چنانچہ نظامت کے زمانہ میں دو مرتبہ قندھار وغیرہ پر حملہ کیا

ارشاد ہُوا۔ راہِ خدا میں ایک ساعت توقف کرنا، مکّہ معظّمہ میں حجرِ اسود کے پاس شب قدر میں بیدار رہنے سے بہتر ہے۔ (بیہقی وا بن حبان فی صحیحہ)

چونکہ حرم پاک مکّہ معظّمہ میں ایک شب قدر کا قیام دس لاکھ ماہ کی شب بیداریوں کے برابر ہے۔ لہٰذا علماء نے نتیجہ نکالا ہے کہ جہاد کے موقعہ پر ایک ساعت توقف دس لاکھ ماہ کی شب بیداریوں سے افضل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص جہاد کے موقعہ پر بوقت شب پہرہ پر جاگ رہا ہے تو اس کی حفاظت میں جس قدر لوگ روزے یا نمازیں ادا کر رہے ہیں اُن سب کے برابر اُس کو ثواب مل رہا ہے۔

(رواہ الطبرانی باسناد جید)

علماء کلام نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہُوئے کہا ہے کہ کسی حاکم کے علاقہ حکومت میں جس قدر لوگ امن اور اطمینان سے خدا کی عبادت کرتے ہیں ان سب کے برابر اس حاکم عادل کو ثواب ملتا ہے جو اُن سب کا محافظ بنا ہُوا ہے۔

افسوس یہ فقیر ناکارہ بظاہر صورت مختلف عوائق و موانع کے باعث جہاد فی سبیل اللہ کی دولتِ بے پایاں سے محروم ہے۔ یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزًا عظیمًا۔

لیکن باطنی طور پر دُعا اور توجّہ کے لحاظ سے (جو فقراء کا خاص کام ہے) اس فقیر ناکارہ کو اپنا رفیق اور اپنا ممد و معاون تصوّر فرماتے رہیں۔

ہم جیسے گوشہ نشین فقراء اگر سالہا سال ریاضتیں کریں اور چلّے کھینچیں تو ثوابِ جہاد کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

موقعۂ جہاد پر جو طاعت اور عبادت ہوتی ہے، گوشہ نشینی کی طاعت و عبادت سے بڑھا بڑھی ہوتی ہے۔ موقعۂ جہاد کی ذکر و تسبیح کا ثواب دوسرا۔ نماز کا مرتبہ جُدا۔ صدقات و نفقات کی شان بہت بالا۔ اور بیماریوں کی فضیلت علیحدہ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ وہ شخص مبارک ہے جو موقعۂ جہاد پر ذکرِ خدا بھی کثرت سے کرے۔ اس شخص کو ہر کلمہ کے عوض میں ستّر ہزار حسنات کا ثواب ملے گا۔ ہر ایک حسنہ کا دس گُنا ثواب۔ اور خدا کے یہاں اس سے بھی زیادہ ثواب کا امکان ہے (طبرانی) نیز ارشاد

ہے میری اس مسجد (مسجدِ نبوی) میں نماز کا ثواب دس ہزار گنا ہے اور مسجدِ حرام میں ایک لاکھ گُنا اور میدانِ جہاد میں بلیس لاکھ گُنا۔ (ابوالشیخ و ابن حبان)

نیز ارشاد ہے۔ میدان جہاد کی نماز پانچ سو نماز اور ایک دینار یا درہم کا صدقہ سات سو گُنا ہوتا ہے۔

نیز ارشاد ہے کہ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی امداد کرے اور اس کے پیچھے اُس کے گھر والوں کا خیال رکھے تو قیامت کے روز وہ سایۂ خداوندی میں ہوگا، حالانکہ اُس دن کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (احمد و بیہقی)

اسی طرح فضائلِ جہاد کے متعلق چند حدیثیں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

یہ خدمت اور یہ مہم جس کی طرف آپ متوجّہ ہیں، بلا شبہہ فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ اخرج ابوذر و ذھبی عن ابنِ عبّاس رضی اللہ عنھما مرفوعًا یکون فی اخر الزماں قوم یُسَمُّوْن الرافضیۃ یرفضون الاسلام فاقتلوھم فانھم مشرکون۔

واخرج الدار قطنی عن علیؓ عن النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم سیأتی من بعدی قوم لھم بزّا یقال لھم رافضیۃ فان ادرکتھم فاقتلھم فانّھم مشرکون قال قلت یارسول اللہ ما العلامۃ فیھم قال یفرطونك بما لیس فیك و یطعنون علی السّلف و اخرجہ عن طریق آخر نحوہ وکذٰلك من طریق آخر ـــ فیہ ینتحلون عنّا اھل البیت ولیسوا کذٰلك ۔ و آیۃ ذٰلك انھم یسبّون ابابکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

جہادِ اکبر

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ اپنے نفس سے دشمنی رکھو کیونکہ اُس نے تمہاری دشمنی کا بیڑا اُٹھایا ہے۔

تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کے باوجود انسان کا نفسِ امّارہ کفر و انکار پر مصر ہے۔ احکامِ آسمانی کی طرف مائل اور اوامرِ الٰہیہ کے لیے منقاد نہیں ہوتا۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ ہر کوئی اس کا مطیع و فرماں بردار ہو۔ غرور تکبّر اس کی سرشت میں ہے۔ اور "اَنَا رَبکم" کی آواز اس کی فطرت سے بلند ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کی دشمنی پسندیدہ اور عنداللہ مقبول ہے اور شریعت غرّا کی تعمیل

کرتے ہُوئے نفسِ امّارہ کی مخالفت "جہادِ اکبر" ہے۔ دنیاوی دُشمنوں کے ساتھ جہاد کا اتّفاق گاہے گاہے ہوتا ہے مگر اس اندرونی دُشمن کے ساتھ جہاد ہر وقت اور ہر ساعت رہتا ہے۔

ارحم الراحمین کی انتہائی رحمت و رافت ہے کہ سلسلۂ اعتقادات میں حصولِ نجات کے لیے صرف تصدیقِ قلبی کو کافی قرار دیا۔ اور یہ ضروری نہیں رکھا کہ یہ تصدیق جُملہ وساوس و خطرات سے پاک ہو کر درجۂ یقین تک پہنچ جائے۔

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حُسنِ قبول
بہ آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

البتّہ خُدا کے کچھ بندے بے شک اس درجۂ کمال تک پہنچ جاتے ہیں کہ اُن کا وہ سرکش اور نفسِ امّارہ اپنی سرکشی اور امارگی سے عاجز ہو جاتا ہے اور احکامِ الٰہی کا مطیع ہو جاتا ہے کیونکہ مخالفت کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور وہ امرِ الٰہی پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا نام "نفسِ مطمئنہ" ہوتا ہے۔ یہ خدا کی بارگاہ میں درجۂ قبول و پسندیدگی حاصل کر لیتا ہے۔

آیہ کریمہ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (الآیۃ)[1] میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ایمانِ کامل اور اسلامِ حقیقی اسی مقام پر حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ خداوندا میں ایسا ایمان چاہتا ہوں جس کے بعد کُفر نہ ہو۔

آیۃ کریمہ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ

نیز خداوندِ عالم کا ارشاد ہے جو خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے وہی ہیں خدا کی بارگاہ میں صدّیق اور شہداء (قرآن حکیم)

نیز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ کوئی شخص ایمان نہیں لاتے گا جب تک اس

---

[1] یعنی ایسے نفس سے موت کے وقت کہا جاتا ہے کہ "اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس چل درانحالیکہ تو خُدا سے راضی ہے اور خُدا کے نزدیک پسندیدہ (قرآن حکیم)

کی خواہشات میرے لائے ہُوئے احکام کے تابع نہ ہو جائیں۔ اس قسم کی آیات و احادیث میں یہی ایمان کامل[1] مُراد ہے۔

صوفیاء کرام کا حقیقی مطمحِ نظر اور اصل مقصود اسی ایمان کامل کو حاصل کرنا ہے اور اس سے پیشتر سرسری تصدیقِ قلبی کی بناء پر جو ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو ایمانِ مجازی کہتے ہیں۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ حج، جہاد جو اس ایمانِ کامل سے پہلے ہوتے ہیں، وہ گویا صُورتِ عمل اور (قالب) ہیں۔ حقیقت اور (رُوح) یہ ایمان ہے۔ کیونکہ جب تک نفس امّارہ اپنی سرکشی پر باقی ہے حقیقی عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ اعمال کی حقیقت اس وقت ظہور پذیر ہوتی ہے جب کہ نفسِ امّارہ اپنی سرکشی سے مجبور ہو کر درجہ اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ درجاتِ جنّت، دیدارِ الٰہی، قربِ خداوندی وغیرہ کے مراتب کا تفاوت اسی ایمان کے تفاوتِ درجات پر موقوف ہوتا ہے۔ دریا اور قطرہ میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔

مگر تاہم ایک جنس اور ایک حقیقت ہے، مگر جو تفاوت جنّت اور اخروی نعمتوں کے مراتب میں ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں ایک دوسرے کی باہمی نسبت بہت دُور کی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک حقیقت ہے اور ایک صورت۔ حقیقت کو صُورت سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

آخر میں دیدارِ خداوندی عام مُسلمانوں کو بھی حاصل ہوگا اور مقرّبین کو بھی، مگر ان دونوں میں اتنا تفاوت ہے کہ ان دونوں کے آپس میں کوئی نسبت قائم کرنی دُشوار اور مشکل ہے۔

---

[1] اصطلاحاً اس کو اِیْمَانٌ دُوْنَ اِیْمَانٍ کہتے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہُوا جس میں امانت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ نیز ارشاد ہُوا۔ وہ مومن نہیں کہ اپنا پیٹ تو بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ یا ارشاد ہُوا مومن وہ ہے کہ تمام آدمی اس کے خطرات سے محفوظ رہیں۔ اسی کے بموجب کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ بھی ہے۔ یعنی ایک کُفر حقیقی جو عقیدہ قلبی کے فقدان پر ہوتا ہے۔ دوسرا وہ کُفر جو عملاً ہو اعتقاداً نہ ہو۔ مثلاً ارشاد نبوی ہے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مُسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے قتال کرنا کُفر ہے یا ارشاد ہُوا۔ جو شخص قصداً نماز چھوڑ دے، کافر ہو گیا۔ یعنی عملاً نہ حقیقتاً۔ واللہ اعلم بالصواب (ودونك هذا فانه احسن و اجود وقد تلقيت من بعض اساتذتي رحمهم الله) مُحمّد میاں

یہ صورت اور حقیقت دونوں شریعتِ مطہرہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سُنن اور آپ کے معنوی انوار سے ماخوذ ہیں۔ ایک صورتِ شریعت ہے، دوسری حقیقتِ شریعت۔

لہٰذا معدنِ جُملہ کمالات شریعتِ غرّا ہے۔ کوئی کمال ایسا نہیں جس کے لیے شریعتِ حقّہ کے ماسوا کسی اور کی ضرورت ہو۔

معرفتِ خداوندی جس پر کمالات کا مدار ہے۔ نیز معرفتِ خداوندی کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ درجۂ فنا حاصل ہو اور نفسِ انسانی مطمئن ہو جائے۔

پس اہلِ بصیرت عقلاء کا فرض ہے کہ اپنے نصب العین اور حاصلِ زندگی پر پوری طرح غور کریں جو اس دولت سے بہرور ہو جائے اس کو مبارکباد اور ہزاروں تحسین و آفریں۔ بلاشبہ اُس نے اپنی پیدائش کے مقصود کو حاصل کر لیا اور نعمتِ خداوندی اس پر مکمّل ہو گئی اور اگر یہ دولت حاصل نہیں ہُوئی تو ضروری ہے کہ اس کی جستجو میں مشغول رہے۔ جہاں اُس کا سراغ معلوم ہو اس کی طرف دوڑے اور اس کو حاصل کرنے کی جدّوجہد کرے۔

ترسم کہ یار بامانا آشنا بماند   تا دامن قیامت ایں غم بما نماند

(مکتوب ۶۴ مکتوبات خواجہ محمد معصوم ج ۱ ص ۱۱۶)[1]

❁*❁

بقیہ: درسِ حدیث

پیش آئی ہے اُس میں ان کے قصور کو دخل نہیں ہوگا۔ قدرتی طور پر حالات بس سے باہر ہونگے ایسی چیزیں پیش آجائیں گی، جن کا قصور ہوگا وہ اور لوگ ہیں ان کی وجہ سے فساد اِن تک پہنچ گیا یہ الگ بات ہے، لیکن یہ حضرات جو جو صحابہ کرام ہیں اِن سب کو قدر کی اور محبّت کی نظر سے ہی دیکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اِن کا ساتھ عطا فرمائے۔ (آمین)

---

[1] عُلماءِ ہند کا شاندار ماضی ج ۱ ص ۲۶۵ تا ۲۷۰

جناب سیّد امین گیلانی

کسے کہتے ہیں دن کیا ہے اُجالا کون سمجھے گا

مرے دل کی تڑپ، آنکھوں کا رونا کون سمجھے گا
پڑی ہے اپنی اپنی، دُکھ پرایا کون سمجھے گا

میں پُوچھوں بھی اگر روزِ ازل کا یاد ہے وعدہ
میری بات اے طلبگارانِ دُنیا کون سمجھے گا

میں اپنے آپ کو کیوں ڈھونڈتا ہُوں اُنکے کوچے میں
اگرچہ سب ہیں دانا، میرا سودا کون سمجھے گا

سُنے گا کون میری دل ہیں بھرے اہلِ محفل کے
بصیرت کور ہے، میرا اشارا کون سمجھے گا

جو اپنی ذات سے بھی بے خبر ہوں ایسے لوگوں میں
بہم انسانیت کا کیا ہے رشتہ کون سمجھے گا

یہ ہے اندھوں کی بستی کیوں تو اپنا سر کھپاتا ہے
کسے کہتے ہیں دن، کیا ہے اُجالا کون سمجھے گا

خدائی کر رہے ہیں اہلِ ثروت تیرے بندوں پر
تیرے بندوں کی مجبوری، خُدایا کون سمجھے گا

ڈبو دوں میں نہ جب تک اپنے دل میں دونوں عالم کو
میرا دل ہے سمندر سے بھی گہرا کون سمجھے گا

اگر اچھوں میں بیٹھو گے تو اچھے سمجھے جاؤ گے
بُروں میں تم جو بیٹھو گے تو اچّھا کون سمجھے گا

حقیقت کچھ بھی ہو یُوسُف ہی ٹھہرے گا یہاں مجرم
کہ شاہی قصر میں مکرِ زلیخا کون سمجھے گا

مذاقِ عشق، پہلے دل میں پیدا ہو تو سمجھیں گے
وگرنہ عشق کا کیا ہے تقاضا کون سمجھے گا

میں سمجھانے کو سمجھا دوں مگر جاہل ہیں جب جاہل
تو مجھ سے معنیٔ "قَالُوْاسَلَامًا" کون سمجھے گا

امینؔ میری دُعا کو صرف دل والے سمجھتے ہیں
خُدا سے میں نے کیوں ہے درد مانگا کون سمجھے گا

۹۹-۴-۷

(قسط:۳، آخری)

مرزا قادیانی کے دعوے اور ان کی تردید

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

مرزا قادیانی کے دعوٰی نبوّت کا جھوٹا ہونا خود مرزا کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں سچی پیشین گوئیاں سچے نبی کے حق میں معجزہ اور دلیل نبوّت ہوتی ہیں۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔ جبکہ ایک پیشین گوئی بھی پُوری نہ ہو تو نبوّت کا دعوٰی ثابت نہیں ہوتا۔

محمدّی بیگم سے شادی کرنے کی پیشین گوئی

۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے مرزائی اشتہار میں تفصیل شائع ہُوئی۔

"محمدّی بیگم کے ماموں (مرزا امام الدین وغیرہ) جو مجھ کو میرے دعوٰی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے۔ اس وجہ سے کئی دفعہ اُن کے لیے دُعا کی گئی۔ سو وہ دُعا قبول ہو کر خُدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی . . . . خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں (محمدّی بیگم) کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان سے کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے

شخص سے بیاہی جائے گی وہ روزِ نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا... پھر ان دنوں میں جو بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہُوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرّر کر رکھا ہے کہ وہ احمد بیگ کی دختر کلاں کو... ہر ایک روک دُور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لائے گا..."

(تبلیغ رسالت ص ۱۱۵-۱۱۷ بحوالہ رئیس قادیان)

"بد خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محل امتحان نہیں ہو سکتا۔" (تبلیغ رسالت ج ا ص ۱۱۷ بحوالہ ارفع)

"مَیں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آجائیگی"

"یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزو (سلطان محمد کی موت) پُوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو یہ انسان کا افترا نہیں نہ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچّا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتی ہیں۔" (بحوالہ رئیس قادیان ص ۱۶۶)

نتیجہ

لیکن نہ تو مرزا قادیانی کا نکاح مرزا احمد بیگ کی بیٹی محمدی بیگم سے ہُوا اور نہ ہی محمدی بیگم کے شوہر اور مرزا احمد بیگ کے داماد مرزا سلطان محمد کا انتقال ہُوا بلکہ وہ مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد بھی بڑی عمر تک زندہ رہا

عیسائی مسٹر عبداللہ خاں آتھم سابق ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی ہلاکت کی پیشین گوئی

اس پیشین گوئی کے بارے میں مرزا قادیانی کے الفاظ یہ تھے۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب مَیں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں

کر سکتے تو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پہ دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔۔۔

"میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔" (بحوالہ رئیس قادیان ج دوم ص ۱۶۴)

نتیجہ

یہ آتھم جس کے سوا سال میں ہلاک ہونے کی پیشں گوئی کی گئی وہ ایک ضعیف العمر بیمار شخص تھا اور ہرچند کہ اس رنجور و سال خوردہ شخص کی موت کے تمام قرائن موجود تھے، لیکن خدائے غیور کو قادیانی متنبی کی رسوائی منظور تھی اس لیے باوجودیکہ ڈاکٹروں کی بھی رائے تھی کہ وہ چھ ماہ سے زیادہ جانبر نہ ہو سکے گا آتھم ڈھائی تین سال تک زندہ رہا۔

اللہ کے نبی ایسے تو نہیں ہوتے

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح موعود کہا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب کو توڑیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ صلیب پرستی کو ختم کر دیں گے اور ظاہری صلیبیں بھی توڑ دی جائیں گی۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برخلاف صلیب پرستوں کی اطاعت

کو فرض قرار دیا، اُن کے لیے دُعائیں کیں اور اپنے خاندان وجماعت کو اُن کا خود کاشتہ پودا کہا۔
انگریز لیفٹیننٹ گورنر سے التماس کرتے ہوئے لکھا۔

"صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو ۵۰ برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار اور جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ محکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریز کے پکّے خیر خواہ اور خدمت گزار رہیں۔ اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت عظیم، احتیاط اور تحقیق و توجّہ سے کام لے۔ اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھے کیونکہ میرے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔ اب نہ فرق ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکاری دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصیت کی توجہ کی درخواست کریں تاکہ ہر شخص بے وجہ ہماری آبرو ریزی کے لیے دلیری نہ کر سکے اور کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں ۔۔۔"

("کتاب البریہ" مندرجہ "روحانی خزائن" ص ۳۵۰ ج ۱۳)

"میری عمر کا اکثر حصّہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے، اور مَیں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں مَیں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مُسلمان اس سلطنت کے سچّے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روائتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں"۔

(تریاق القلوب ص ۱۵ روحانی خزائن ص ۱۵۶، ۱۵۵، ج ۱۵، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے جشن

جوبلی کی خوشی اور شکریہ کے ادا کرنے کے لیے میری جماعت کے اکثر احباب دُور دُور کی مسافت قطع کر کے ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو ہی قادیان میں تشریف لائے اور یہ سب (۲۲۵) آدمی تھے اور اس جگہ کے ہمارے مرید اور مخلص بھی اُن کے ساتھ شامل ہوئے جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب باہم مل کر دعا اور شکر باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے . . . اس تقریب پر ایک کتاب شکر گزاری جناب قیصرہ ہند کے لیے تالیف کر کے اور چھاپ کر اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے ان میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لیے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر پنجاب بھیج دی گئی اب وہ دُعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور بعد اس کے ان تمام دوستوں کے نام درج کیے جائیں گے جو تکالیف سفر اُٹھا کر اس جلسہ کے لیے قادیان میں تشریف لائے۔" (اعلان مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۱۳۰، ۱۲۸، مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی مجموعہ اشتہارات ص ۴۲۵ تا ۴۲۷ ج ۲)

"اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور محبّت اور جوش اطاعت حضور ملکہ معظّمہ اور اس کے معزز افسروں کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کر سکوں اسی سچّی محبّت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطورِ درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزّت دی جائے گی اور اُمّید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا . . . مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی میں ممنون نہیں کیا گیا اور میرا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ ہدیہ عاجزانہ یعنی رسالہ تحفہ قیصریہ حضور ملکہ معظّمہ پیش ہوا ہو اور پھر میں اس کے جواب سے ممنون نہ کیا جاؤں یقیناً کوئی اور باعث ہے

جس میں جناب ملکہ معظّمہ قیصر ہند دام اقبالہا کے ارادہ اور مرضی اور علم کو کچھ دخل نہیں لہٰذا اس حسن ظن نے جو میں حضور ملکہ معظمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اس تحفہ یعنی رسالہ قیصریہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں اس غرض سے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں"۔ (ستارہ قیصرؔ ص ۲ روحانی خزائن ص ۱۱۲، ج ۱۵، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"مَیں نے (یعنی مرزا صاحب نے) تحفہ قیصریہ میں جو حضور قیصر ہند کی خدمت میں بھیجا گیا یہی حالات اور خدمات اور دعوات گزارش کیے تھے اور میں اپنی جناب ملکہ معظّمہ کے اخلاص وسیعہ پر نظر رکھ کر ہر روز جواب کا اُمّیدوار تھا اور اب بھی ہوں میرے خیال میں یہ غیر ممکن ہے کہ میرے جیسے دُعاگو کا وہ عاجزانہ تحفہ جو بوجہ کمال اخلاص خونِ دل سے لکھا گیا تھا، اگر وہ حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پیش ہوتا تو اس کا جواب نہ آتا بلکہ ضرور آتا ضرور آتا اس لیے مجھے بوجہ اس یقین کے کہ جناب قیصرہ ہند کے پر رحمت اخلاق پر کمال وثوق سے حاصل ہے اس یاد دہانی کے عریضہ کو لکھنا پڑا اور اس عریضہ کو نہ صرف میرے ہاتھوں نے لکھا بلکہ میرے دل نے یقین کا بھرا ہُوا زور ڈال کر ہاتھوں کو اس پر ارادات خط کے لکھنے کے لیے چلایا ہے۔ مَیں دُعا کرتا ہُوں کہ چونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مُسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہوجائے گا۔اس لیے مَیں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خُوب یاد رکھیں جو قریبًا سولہ برس سے تقریری اور تحریری طور پر اُن کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔ان کی ظل حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے

محفوظ ہیں۔" (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اعلان اپنی جماعت کے نام مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص ۱۲۳، مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی، مجموعہ اشتہارات ص ۵۸۳-۵۸۴، ج ۳)

"اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے، لیکن یہ دولت برطانیہ غالب اور باسیاست جو ہمارے لیے مُبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ کمزوروں کو اپنی مہربانی اور شفقت کے بازو کے نیچے پناہ دیتی ہے پس ایک کمزور پر زبردست کچھ تعدی نہیں کر سکتا ہم اس سلطنت کے سایہ کے نیچے بڑے آرام اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور شکر گزار ہیں اور یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اُس نے ہمیں کسی ایسے ظالم بادشاہ کے حوالے نہیں کیا جو ہمیں پیروں کے نیچے کچل ڈالتا، کچھ رحم نہ کرتا بلکہ اس نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہے، جو ہم پر رحم کرتی ہے اور احسان کی بارش سے اور مہربانی کے مینہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ہمیں ذلّت اور کمزوری کی پستی سے اُوپر کی طرف اُٹھاتی ہے سو خدا اس کو وہ جزائے خیر دے جو ایک عادل بادشاہ کو اس کی رعیّت پروری کی وجہ سے ملتی ہے۔" (نور الحق حصّہ اوّل ص ۴۴، روحانی خزائن ص ۶، ج ۸، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

عُلمائِ اُمت کا منصب

ہے خدا کرے کہ اس کو قبولیت اور پذیرائی ہو۔ اگر عُلماء اُمّت اپنی اس ذمّہ داری کا احساس فرمادیں، اور حق تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے اس کام کو شروع کر دیں تو بہت جلد جہالت و ضلالت دور ہو کر رشد و ہدایت کی روشنی پھیل جائے اور یہ فتنہ و فساد اور کفر و شرک کا دَور پھر خدا پرستی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے بدل جائے۔ انبیاء سابقین اور اسلام کے قرنِ اولیٰ کی تاریخ اس کا عینی مشاہد ہے وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت وعلیہ انیب والحمد للّٰہ رب العالمین و سلام علی المرسلین۔

(بشکریہ ماہنامہ تذکرہ دیوبند اپریل ۱۹۶۷ء)

❁

یہ مصائب تو حکومت کے جبر و تعدی کا نتیجہ تھے، مگر انھی کے قریب خود مصر کے علمائے قدیم ــــ اور علی الخصوص (جامع ازہر) کے قدامت پرست کی مخالفت اور شورش تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ مذہب کے آغاز عہد میں مذہبی گروہ جس درجہ اصلاح و اسناد کا ذریعہ ہوتا ہے، دور تنزل میں اس سے کہیں زیادہ ضلالت و حق کشی کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ شاید ہی کسی مذہب کو اس کے (علما) اور (رؤسائے روحانی) سے بڑھ کر کسی گروہ نے نقصان پہنچایا ہو، دُنیا کے امن و انتظام اور حق و صداقت کے قیام کے لیے ہمیشہ یہ بے آزرم اور ظلمت پرست فرقہ ایک الٰہی لعنت رہا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں بھی ابتدا سے اس گروہ کے تعصب و اوہام سے رخنے پڑے ہیں اور جب کبھی حق اور صداقت کی کوئی آواز بلند کی گئی ہے تو (شیطان) نے سب سے پہلے علماء ہی کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے، اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے اس فرقے کے استیلاء و تسلّط سے دُنیا کو نجات دلائی مَاکَانَ لِبَشَرٍ ان یُّؤْتِیَهُ اللهُ الکتٰبَ وَالْحُکْمَ والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون (۳ : ۷۴) (کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ خدا اُس کو اپنی کتاب اور عقل و حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میری بندگی کرو بلکہ اس کا تو یہ قول ہوگا کہ خدا پرست بنو! کیونکہ تم دوسروں کو کتاب (تورات و انجیل) کی تعلیم دیتے رہے ہو اور خود بھی ان کتابوں کو پڑھتے ہو۔)

مسیحی مذہب کو سب سے زیادہ اس کے علماء اور روحانی پیشواؤں نے غارت کیا، اور پھر اس کی باگ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس طرح حکمرانی کی کہ دُنیا کے عہد مظلمہ (ڈارک ایجز) کی تاریخ مسیحی علماء کے مظالم پر اب تک خون کے آنسو روتی ہے اسی لیے (قرآن مجید) نے اس آیت، نیز اسکے ہم معنی آیات میں زیادہ تر اہلِ کتاب کے علماء کو الزام دیا۔

الہلال - ۲۷ جولائی ۱۹۱۲ء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"یُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰی قَوْمًا فِیْ اَیْدِیْهِمْ مِثْلَ اَذْنَابِ الْبَقَرِ یَغْدُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ یَرُوْحُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ" [۱]

اگر تم مُدّت دراز تک زندہ رہے تو قریب ہے کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُموں کی مانند چیز ہوگی۔ وہ اللہ کے غضب میں صبح کریں گے اور اللہ کی ناراضگی میں شام کریں گے ، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی لعنت میں شام کریں گے۔

عُلماء نے لکھا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جو فرمایا ہے کہ "اُن کے ہاتھوں میں گائے کی مانند چیز ہوگی"۔ اس سے مُراد کوڑے ہیں، اور اُن لوگوں سے مُراد ظالم اُمَراءُ کے اَعْوان و انصار ہیں۔ ہمارے زمانہ میں کوڑے تو رہے نہیں اُن کی جگہ بید کی چھڑی، لاٹھی اور ڈنڈے آگئے ہیں اور ظالم اُمَراءُ کے اعوان و انصار پولیس والے بن گئے ہیں جو ظالم اُمَراء کی خوشنودی اور اپنی نوکری کی خاطر انتہائی ظالمانہ انداز سے لوگوں کو مارتے ہیں اور بے گناہوں کو ایسی سزائیں دیتے

---

[۱] مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰۶

ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے ۔ ان حضرات کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مذکورہ پیشین گوئی سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ کہیں وہ خدا کے غضب اور اس کی ناراضگی کا شکار تو نہیں ہو رہے ۔

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ ، وَ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ ، مَائِلَاتٌ ، رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا " ؎	دو قسم کے دوزخی ایسے جنھیں میں نے نہیں دیکھا (یعنی وہ میرے زمانہ میں نہیں ہیں آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے) ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوڑے ہونگے گائے کی دُموں کی مانند جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے ، دوسرے ایسی عورتیں ہیں جو (بظاہر) لباس میں ہوں گی (حقیقت میں) ننگی ہوں گی ، جو دوسروں کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہوں گی ۔ اُن کے سر بُختی اُونٹوں کے ہلتے کوہانوں کی طرح ہوں گے نہ تو وہ جنّت میں داخل ہوں گی اور نہ اُس کی خوشبو سُونگھ سکیں گی حالانکہ جنّت کی خوشبو اِتنی اِتنی مسافت سے محسوس کی جا رہی ہوگی ۔

اس ارشادِ پاک میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو قسم کے لوگوں کو دوزخی فرمایا ہے ۔

۱ ۔ وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں کوڑے ہوں گے ، اِن لوگوں سے مُراد پہلی حدیث کی تشریح کے

؎ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰۶

مطابق ظالم اُمَراء کے اعوان و انصار ہیں جو لوگوں پر ناروا ظلم کرتے ہیں۔

۲۔ وہ خواتین جو درج ذیل قباحتوں کا شکار ہوں گی۔

(۱) کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ : بظاہر لباس پہنے ہوں گی۔ حقیقت میں ننگی ہوں گی، ایسی عورتوں سے مُراد وہ عورتیں ہیں جو یا تو اس قدر تنگ و چُست لباس پہنتی ہیں کہ جس سے بدن کے تمام اعضاء کی بناوٹ جھلکتی ہے یا پھر اس قدر باریک کپڑے پہنتی ہیں کہ جس سے اُن کا جسم جھلکتا ہے۔

ہمارے دَور میں بدقسمتی سے بہت سی ایسی خواتین پائی جاتی ہیں جو نہایت تنگ و چُست لباس پہنتی ہیں پھر ان میں بھی کچھ تو ایسی ہیں جو عورتوں کا لباس ہی استعمال کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو مردوں کی طرح نہایت تنگ و چست جینز کی پینٹ اور شرٹ استعمال کرتی ہیں۔

اور بہت سی خواتین ایسی پائی جاتی ہیں جو نہایت باریک لباس استعمال کرتی ہیں جس سے اُن کا بدن صاف جھلکتا ہُوا نظر آتا ہے۔ پھر ان میں بھی کچھ تو ایسی ہیں جو پُورا لباس استعمال کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کے سینے کُھلے، سروں پر دوپٹے ندارد اور پنڈلیاں برہنہ ہوتی ہیں۔

(۲) مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ دوسروں کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہوں گی۔ اس سے کیا مُراد ہے؟ محدّثین کے اس کی تشریح میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

(ا) ایسی عورتیں جو خود بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے ہٹی ہُوئی ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے ہٹاتی ہیں۔

(ب) ایسی عورتیں جو متکبّرانہ انداز سے نیز مٹک مٹک کر چلتی ہیں۔

(ج) ایسی عورتیں جو شرم و حیا سے عاری ہو کر لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خُوب زیب و زینت کر کے لوگوں کے قلوب اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔

(د) بدکار عورتوں کی طرح اپنے بال اور دوسری عورتوں کے بال بناتی ہیں۔

موجودہ دَور میں اس کی شکل بیوٹی پارلروں کی معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود بھی اپنے بالوں کی تراش خراش کرتی ہیں اور دوسری عورتوں کے بھی۔

(۳) رُءُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ۔ اُن کے سر بُختی اُونٹوں کے ہلتے ہُوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ اس سے مُراد وہ عورتیں ہیں جو یا تو اپنی چوٹیوں کو جوڑے کی شکل میں سر پر

باندھ لیتی ہیں اور جس طرح بُختی (یعنی عربی) اُونٹ کے کوہان فربہی کی وجہ سے اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں اسی طرح ان کے سر کے جوڑے بھی اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں۔

یا پھر مستقلاً جوڑے باندھتی ہیں جو اُن کے سروں پر اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قباحتیں رکھنے والی عورتوں کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ عورتیں نہ تو جنّت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنّت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جارہی گی، بعض روایات میں اس کی تحدید چالیس سال آئی ہے، یعنی چالیس سال میں جتنی مسافت طے کی جاسکتی ہے اتنی دُور کی مسافت سے جنّت کی مہک محسوس کی جارہی ہوگی۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں مرد و زن کے اندر اس قدر تیزی کے ساتھ یہ قباحتیں پھیل رہی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ہماری خواتین اسلامی معاشرت سے اس قدر دُور اور مغربی تہذیب سے اس قدر متأثر ہیں کہ خُدا کی پناہ، اچھی اچھی دیندار کہلانے والی خواتین میں وہ باتیں پائی جارہی ہیں جن کی حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے پیش گوئی فرمائی تھی اُنھیں سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان کہلانے کے باوجود اس تہذیب کو اپنا کر کیا کھو رہی ہیں اور کیا پا رہی ہیں۔ سدا دُنیا میں نہیں رہنا ایک دن سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے جانا ہے اس لیے وہاں کی فکر بھی کرنی چاہیے اور اُن فیشنوں سے بچنا چاہیے جو خُدا و رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ناراضگی کا سبب ہوں۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

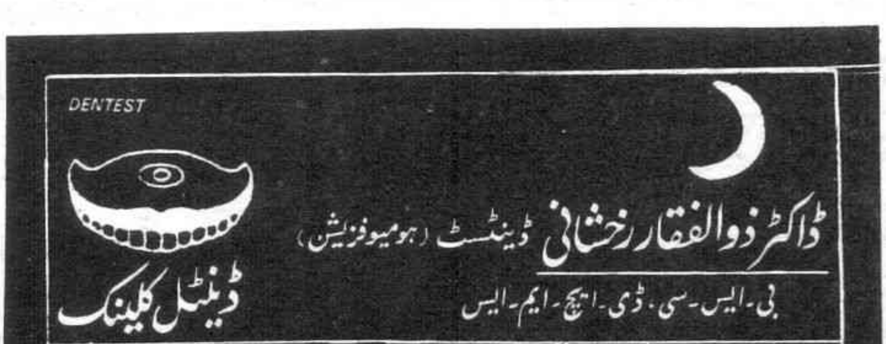

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

تحصیل علم کا شوق

درس نظامی میں ابتدائی گرامر کی ایک کتاب "نحو میر" ہے، اس کے مصنف علی بن محمد بن علی الحنفی ہیں جو میر سیّد شریف کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے فاضل اور شریعت و طریقت کے جامع بزرگ تھے، ۷۴۰ھ میں ایران کے صوبہ[1] جرجان کے شہر استراباذ میں پیدا ہوئے۔ صِغرِ سنی ہی میں علومِ عربیہ میں مہارت حاصل کر لی۔ پھر علومِ عقلیہ کے حصول کا شوق ہوا۔ اُس زمانہ میں "شمسیہ" کی شرح "قطبی" اور "شرح مطالع" علومِ عقلیہ کی نہایت معروف کتابیں تھیں اور اِن کے مصنّف حیات تھے، دل میں خیال آیا کہ یہ دونوں کتابیں اِن کے مصنّف سے پڑھنی چاہییں، چنانچہ آپ "جرجان" (ایران) سے چل کر ہَرَاۃ (افغانستان) پہنچے کیونکہ اِن دونوں کتابوں کے مصنّف حضرت علاّمہ قطب الدّین محمّد رازی الشافعی (م ۷۱۶ھ) ہرات میں رہتے تھے، لیکن جن دنوں آپ ھَرَاۃ پہنچے علاّمہ قطب الدّین بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لیے اُنھوں نے بڑھاپے کا عذر کر کے پڑھانے سے معذرت کر دی، البتّہ میر سیّد شریف کا شوق دیکھ کر اُنھیں اپنے ایک شاگرد مبارک شاہ[2] کے پاس مصر جانے کو کہا، میر سیّد شریف نے مصر جانا منظور

---

[1] قرونِ وسطیٰ میں ایران کا یہ صوبہ جرجان ہی کے نام سے موسوم تھا آج کل اسے اُستان یا مازندران کہتے ہیں اور استراباذ کو گرگان کہتے ہیں ——— [2] یہ مبارک شاہ علاّمہ قطب الدّین کے غلام تھے بچپن سے انھوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور پڑھایا، تا ایں کہ مبارک شاہ مدرس ہو گئے اور ہر علم میں فاضل، عام طور سے ان کو

←

کیا، علامہ قطب الدین نے اپنے شاگرد کے نام ایک خط لکھا اور اس میں بالکل اپنے طرز پر پڑھانے کی تاکید کی، میر سید شریف یہ خط لے کر ہرات (افغانستان) سے مصر روانہ ہوئے قاہرہ پہنچ کر وہ خط مبارک شاہ کو دیا۔

آگے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"لیکن خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے میر صاحب کو اپنے حلقۂ درس میں صرف بیٹھنے اور سُننے کی اجازت دی، پوچھنے اور قرأت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دن مبارک شاہ رات کو یہ دیکھنے کے لیے کہ طلبا کیا کر رہے ہیں، چپ چاپ نکلے۔ میر صاحب جس حجرہ میں رہتے تھے وہاں سے آواز اعادہ کی آرہی تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ میر صاحب کہہ رہے تھے: کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی اور اُستاذ نے اُسی کو یوں بیان کیا اور میں اس مسئلہ کی تقریر یوں کرتا ہوں۔ مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر غور سے سُننے لگے، میر صاحب کی تقریر کا انداز اتنا دلچسپ تھا کہ لکھا ہے۔

"لحقه البهجة والسرور بحيث رقص في فناء المدرسة" — ایسی مسرت اور خوشی اُن کو ہوئی کہ مدرسہ کے صحن میں ناچنے لگے"۔[1]

اس قصہ کے بعد مبارک شاہ نے میر صاحب کو پوچھنے اور قرأت کرنے کی اجازت بھی دے دی، میر صاحب نے مبارک شاہ سے پڑھنے کے دوران ہی "شرح مطالع" کا حاشیہ لکھا اس کے علاوہ آپ نے تقریباً پچاس کتابیں تحریر فرمائیں، بقول مؤرخ شمس الدین بن عزم کے ۶ ربیع الثانی ۸۱۶ھ میں شیراز (ایران) میں آپ کی وفات ہوئی۔

طالب علم کے ساتھ حسنِ سلوک کا صلہ

ابوالقاسم فرشتہ تحریر فرماتے ہیں

← لوگ مبارک شاہ منطقی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۲۷۵

[1] نظام تعلیم وتربیت ج ۱ ص ۳۳۸

"طبقات ناصری" میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود کو اس مشہور حدیث "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" کی صحت پر پورا یقین نہ تھا، اُسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شُبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شُبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے، ایک رات کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا۔ فراش سونے کا شمع دان لے کر اُس کے آگے آگے چل رہا تھا، راستہ میں اسے ایک ایسا طالب علم ملا جو مدرسہ میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس طالب علم کے پاس جلانے کے لیے روغن (تیل) نہ تھا، اس لیے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بنیئے کے چراغ کے پاس آکر اپنی کتاب کو پڑھ لیتا۔ محمود کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اُٹھا رکھا تھا اس طالب علم کو دے دیا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے محمود سے فرمایا: اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے فرزند ارجمند خداوند تعالیٰ تجھ کو ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔" آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فرمان سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالا تینوں شکوک دور ہوگئے۔"[1]

علم کی قدر دانی

"شیر شاہ (سوری) پنجاب میں خوانند (؟) پہنچا تو وہاں ٹھہر گیا، اور حکم دیا کہ پنجاب میں جن لوگوں کے معاش میں کمی ہے اُن کو زیادہ دیا جائے تمام لوگ جمع ہوئے، ایک روز شیر شاہ وہاں فجر کی نماز کے بعد تخت پر بیٹھا تو قاضی میر سرور کے ساتھ ایک نوجوان نظر آیا۔ شیر شاہ نے قاضی صاحب سے

---

[1] تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۴۵

پوچھا کہ یہ آپ کا خویش ہے۔ کوئی فضیلت بھی رکھتا ہے، قاضی صاحب نے جواب دیا، طالب علم ہے، کافیہ پڑھتا ہے شیر شاہ کو کافیہ حواشی کے ساتھ یاد تھی، طالب علم سے پوچھا عمر منصرف ہے یا غیر منصرف، طالب علم نے جواب دیا، غیر منصرف، شیر شاہ نے پوچھا کس دلیل سے، طالب علم نے بہت سے دلائل پیش کر کے ہوش مندانہ جواب دیے شیر شاہ نے اس کو پانچ سو بیگھے زمین اور پانچ سو نقد روپے دینے کا حکم دیا، طالب علم نے کہا میں کلام ربّانی کا حافظ بھی ہوں، شیر شاہ نے پانچ سو بیگھے زمین اور پانچ سو روپے مزید دینے کا حکم دیا، پھر طالب علم سے پوچھا کہ آپ تم نے اپنی قابلیت کے مطابق معاش اور نقدی پالی، طالب علم نے جواب دیا، جی ہاں، بادشاہ عالم سلامت! اپنی قابلیت کے مطابق تو پالیا، لیکن بادشاہ کے کرم کے مطابق نہیں پا سکا۔ شیر شاہ نے پانچ سو بیگھے زمین اور پانچ سو روپے نقد اور دیے، اس طرح کل ڈیڑھ ہزار بیگھے زمین اور ڈیڑھ ہزار روپے ہوئے، اسی وقت نقد روپے دیدیئے گئے اور زمین جلد از جلد عطا کرنے کا حکم دیا۔"[1]

حضرت لُبابہؓ بنتِ حارثؓ

صحابیات میں سے حضرت لُبابہؓ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا نہایت ہی خوش قسمت خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ بڑی فضیلتوں سے نوازا ہے۔

(۱) آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد ایمان لانے والی دوسری خاتون ہیں۔[2]

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بہنوئی ہیں اور آپ حضور علیہ السلام کی سالی ہیں کیونکہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی سگی بہن ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں ہیں۔

---

[1] تاریخ داؤدی ص ۱۳۲ بحوالہ بزم رفتہ کی سچّی کہانیاں ج ۲ ص ۳۷۔ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷

(۳) آپ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حقیقی چچی بھی لگتی ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی چچا حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی آپ اہلیہ محترمہ ہیں۔

حضرت لبابہ رضؓ کے چھ صاحبزادے

اللہ تعالیٰ نے حضرت لبابہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے چھ بیٹے عطا کیے تھے۔
(۱) حضرت فضل (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبید اللہ (۴) حضرت قثم (۵) حضرت عبدالرحمٰن (۶) حضرت مَعْبَدْ رضی اللہ عنہم ان چھ میں سے اوّل الذکر چار بیٹے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور آخری دو صغار صحابہؓ کرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب بیٹوں کو بڑا مرتبہ و مقام عطا فرمایا تھا۔

ھلالی فرماتے ہیں۔

"مــا ولــدت نجيبــة	کسی شریف زادی نے اپنے شوہر سے
مـن فحـل كسـتـة	چھ بیٹے ایسے نہیں جنے جیسے کہ ام الفضل
مـن بطن ام الفضــل	(حضرت لبابہؓ) کے بطن سے چھ بیٹے پیدا
اكرم بهـا مـن كهلة	ہوئے یہ کیا ہی خوب ادھیڑ عمر کے میاں بیوی
وكهـل "[1]	ہیں۔

یہ بات عجیب اتفاقات میں سے ہے کہ حضرت لبابہؓ کے ان چھ بیٹوں میں سے ہر ایک کا انتقال نہایت ہی دُور دراز علاقہ میں ہُوا، قُتَبِیؒ کہتے ہیں مفسّر قرآن ابوصالح فرماتے ہیں۔

"ما رأينا بنى اُمٍ قط اَبْعَدَ قبورًا من بنى العباس لِاُمِ الفضل، مات الفضل بالشام، و مات عبد الله — ہم نے قطعًا نہیں دیکھا کہ کسی ماں کے بیٹوں کی قبریں اس قدر دُور دُور بنی ہوں جتنی کہ حضرت عبّاسؓ کے اُن بیٹوں کی قبریں جو اُن کی اہلیہ اُم الفضلؓ کے بطن سے ہوئے، چنانچہ حضرت فضلؓ ملک شام میں شہید ہوئے حضرت

[1] القند فی ذکر عُلماء سمرقند ص ۵۲۹

بالطائف ، ومات عبيد الله	عبداللہ بن عباس رض طائف میں فوت ہوئے حضرت
بالمدينة ، ومات	عبیداللہ رض مدینۂ منوّرہ میں فوت ہوئے ، حضرت
قثم بسمرقند ، وقتل	قثم رض سمرقند (ازبکستان) میں فوت ہوئے (حضرت
معبد بافريقية "[1]	عبدالرحمٰن رض اور) حضرت معبد رض افریقہ میں شہید ہوئے

حضرت فضل رضی اللہ عنہ حضرت عبّاس رض کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، آپ کی کی وفات ملک شام میں ہوئی رہا یہ کہ کب ہوئی اور کیسے ہوئی اس میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق آپ معرکۂ مرج الصفر میں شہید ہوئے، دوسرا قول یہ ہے کہ معرکۂ اَجْنَادِیْن میں شہید ہوئے یہ دونوں معرکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت ۱۳ھ میں پیش آئے، تیسرا قول یہ ہے کہ ۱۸ھ میں طاعونِ عمواس میں آپ کی وفات ہوئی چوتھا قول یہ ہے کہ آپ ۱۵ھ میں یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے[2]

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کا انتقال طائف میں ۶۸ھ یا ۷۰ھ میں ہوا۔

حضرت عبیداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کا انتقال اکثر مؤرّخین کے قول کے مطابق مدینہ طیبہ میں یزید کے دَور میں ہوا۔

حضرت قثم بن عبّاس رضی اللہ عنہما ۵۶ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعید رض کے ساتھ سمرقند تشریف لے گئے وہیں سمرقند میں جو اَب ریاست ازبکستان کا شہر ہے آپ کی وفات ہوئی، سمرقند میں آپ کا روضۂ مُبارک شاہِ زندہ کے نام سے معروف اور زیارت گاہِ عام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کہیں تشریف لے جارہے تھے راستے میں اپنے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، راستے سے ایک طرف کو ہوکر اُونٹ سے اُترے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور اَلتَّحِيَّات میں بہت دیر تک دُعائیں پڑھتے رہے اس کے بعد اُٹھے اور اُونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمانے لگے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

---

[1] القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۵۲۸

[2] یہ چاروں اقوال اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۳ سے لیے گئے ہیں۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ؀۲ آیت کریمہ کا ترجمہ ہے اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ بے شک نماز دُشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے اُن پر کچھ دُشوار نہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت معبد رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے افریقہ تشریف لے گئے تھے، یہ جہاد ۲۷ھ میں ٹیونس میں ہوا تھا، اسی میں دونوں بھائی شہید ہوئے۔

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نِرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور۔ فون 7322408

؎ اسد الغابۃ ج ۴ ص ۱۹۸

ڈاکٹر زاہد الحق قریشی صاحب

آپ کی صحّت

اس عنوان کے تحت آپ کو آپ کی صحّت کے متعلق افادہ عام کے لیے مشورے دیے جائیں گے آپ کی بیماری کا علاج ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک، آکوپنکچر یا طب جس بھی طریقہ علاج میں مناسب ہوگا۔ اس طریقہ علاج کی روشنی میں مشورہ دیا جائے گا۔ اپنے مسئلے ۵ تاریخ تک بھجوا دیا کریں جواب باری آنے پر دیا جائے گا۔ جلد جواب حاصل کرنے کے لیے یا اگر آپ اپنا مسئلہ نہ شائع کرانا چاہیں تو جوابی لفافہ ارسال کریں۔ اگر ٹسٹ کرائے ہوں تو ان کی رپورٹوں کی فوٹو کاپی بھی ہمراہ بھجوا دیں۔

ورمِ معدہ والسر

میرے پیٹ میں کھانے کے بعد درد اور جلن شروع ہو جاتے ہیں۔ اپھارہ ہو جاتا ہے۔ اکثر قے میں ریشہ خارج ہوتا ہے۔ کافی مہنگے علاج کرائے ایک سال ہوگیا ہے۔ کبھی افاقہ محسوس ہوتا ہے مگر پھر وہی حال ہو جاتا ہے۔ عبدالقیوم۔ کوٹ ادّو

لگتا ہے کہ آپ کو ورمِ معدہ والسر کی شکایت ہے۔ اس مرض کا علاج کچھ طویل ہوتا ہے۔ ساتھ پرہیز بھی ضروری ہوتا ہے۔ آپ تیز مرچ مصالحے، کھٹی اشیاء اور تلی ہوئی غذا کا پرہیز کریں۔ اگر سگریٹ نوشی کی عادت ہو تو چھوڑ دیں۔ دودھ اور اس کی بنی ہوئی اشیاء زیادہ استعمال کریں۔ انگریزی ادویات خاص طور پر دردکش ادویات ہرگز نہ استعمال کریں۔

ARGENTUM NITRICUM - 200

پانچ پانچ قطرے ایک گھونٹ پانی میں ڈال کر کھانے کے بعد تین مرتبہ پی لیا کریں۔

بچّی کو دورے

میری بچّی کی عمر ۶ سال ہے اُسے اکثر رات کو دَورے پڑنے شروع ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے اُس کے عضلات جھٹکتے ہیں، پھر نیند بھی نہیں آتی۔ جھاڑ پھونک اور دم وغیرہ سے بھی فرق نہیں پڑا۔ بشرٰی خانم۔ لورا لائی۔

آپ بچّی کو PASSIFLORA INCARNATA Q. کے ۱۵، ۱۵ قطرے پانی میں ڈال کر روزانہ تین چار مرتبہ پلا دیا کریں۔

نگاہ کی کمزوری

مَیں کڑھائی کا کام کرتا ہُوں مَیں کچھ عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ میری نگاہ کمزور ہوتی جارہی ہے۔ سلامت اللہ۔ سرگودہا

آپ مسلسل کام نہ کیا کریں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نگاہ اُٹھا کر دُور اِدھر اُدھر دیکھ لیا کریں۔ رات سوتے وقت ۷ عدد دکھنی مرچ اور ۷ بادام شیریں کھا لیا کریں۔

RUTA GRAVEDLENS 30

پانچ پانچ قطرے پانی میں ڈال کر پی لیا کریں۔

دردِ دل

میرے سینہ میں بائیں طرف کبھی کبھی شدید چبھن والا درد ہوتا ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔ آواز نہیں نکلتی۔ ساتھ ہی دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے۔ محمد سلیم میمن۔ کراچی

لگتا ہے آپ کو دل کا عارضہ ہے۔ آپ کا دل بھی بڑھ چکا ہے۔

NAJA TRIPUDIANS 30

پانچ پانچ قطرے روزانہ چار مرتبہ پانی میں ڈال کر استعمال کریں

کمر درد چہرے پر دانے

جب میں ۱۳ سال کا تھا تو میں نے بوجھ اُٹھایا ہُوا تھا میرا پاؤں مُڑا اور مَیں گر گیا جس کے بعد کمر میں درد شروع ہوگیا۔ اب عمر ۱۶ سال ہے۔ مگر درد علاج کے باوجود ٹھیک نہیں ہُوا۔ دوسرے میرے چہرے پر تین سال سے دانے نکل رہے ہیں۔

(بشیر احمد مدرسہ اہلِ سُنّت حیات النبی۔ ٹمن)

آپ کمر درد کے لیے **ARNICA MONT 200**

کھانے سے قبل پانچ پانچ قطرے صبح دوپہر شام پانی میں ڈال کر پی لیا کریں۔ اسی طرح

RHUS TOX 30

کھانے کے بعد پانچ پانچ قطرے پی لیا کریں۔

چہرے کے دانوں کے لیے **HEPER SULPH 30**

اسی طرح کے پانچ پانچ قطرے پی لیا کریں۔

گھٹنوں میں درد

میرے گھٹنوں میں تین ماہ سے اُٹھتے بیٹھتے درد ہوتا ہے۔

(حافظ اشفاق احمد صابری۔ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال)

TAB. GNAPHYLO

آپ دن میں چار مرتبہ ایک ایک گولی تازہ پانی کے ہمراہ کھائیں۔ گوشت، تیز مصالحہ جات، چاول، بینگن اور ٹھنڈے مشروبات سے بچیں۔

اخبار الجامعہ

محمد عابد، متعلم جامعہ مدنیہ

جمعہ ۲ اپریل نائب مہتمم صاحب صُوبہ سرحد کے دَورے پر تشریف لے گئے۔ راستہ میں کامل پور عالم" ضلع اٹک میں اپنے اُستاذ حدیث اور جامعہ کے سابق مدرس حضرت مولانا کریم اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادگان جناب انوار اللہ صاحب سابق پرنسپل، مولانا امان اللہ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ، ڈاکٹر اکرام اللہ صاحب اور جناب امین اللہ صاحب کے ہاں حسب سابق قیام کیا۔ رات گزار کر اگلی صبح ۳ اپریل دامان میں اپنے دوسرے اُستاد حدیث اور جامعہ کے سابق مدرس حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں حاضری دی حضرت بہت خوش ہوئے کافی دیر مختلف اُمور پر باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا کے پاس دار العلوم دیوبند کے فاضل ایک عالم دین جناب مولانا مطلع الانوار صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے جو آج کل مسجد شہیداں مردان میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ باتوں باتوں میں اُنھوں نے انکشاف کیا کہ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ دیوبند میں میرے ہم سبق رہے ہیں۔ یہ سُن کر نہایت مسرّت ہوئی مولانا محمود میاں صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کے زمانہ تعلیمی کا کوئی خاص واقعہ سنائیں تو اُنھوں نے فرمایا بہت خوش اخلاق اور خاموش طبع تھے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے سبق سے فارغ ہوکر حضرت جب واپسی میں سیڑھیاں اُترتے تھے تو اس دوران اُستاد شاگرد عربی میں گفتگو کیا کرتے تھے" حضرت مولانا کی خدمت میں کچھ دیر بیٹھ کر اجازت چاہی اور دُعاؤں کے ساتھ رُخصت ہوئے اسی دن مولانا انوار اللہ کے برادر ڈاکٹر اکرام اللہ کے ساتھی جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نائب مہتمم صاحب سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ دوپہر کا کھانا ڈاکٹر صاحب نے نائب مہتمم صاحب کے ساتھ اکٹھے تناول فرمایا اور بعد میں رُخصت ہوئے بعد عصر اٹک شہر میں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رح صاحب کے مدرسے بھی گئے اور اُن کے بڑے

بیٹے حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی سے ملاقات کی۔ حضرت قاضی صاحب نے باوجود منع کرنے کے پُر تکلّف انداز میں مہمان نوازی کی اس دوران مجالس ذکر اور صوفیائے کرام کے طریقوں پر گفتگو ہوتی رہی۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا عشار کی نماز بھی وہاں پڑھی اور حضرت قاضی صاحبؒ کی قبر پر حاضری دی اور ایصالِ ثواب کیا۔ بعد ازاں رُخصت ہو کر کامل پور رہائش گاہ پر واپس ہوئے رات حضرت مولانا انوار اللہ صاحب کے ہاں گزاری دوسری صُبح ۴؍ اپریل سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام ضلع اٹک سیّد محبوب علی شاہ ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اور کافی دیر مختلف امور پر باتیں ہوتی رہیں۔ اُسی دن صبح دس بجے سنخا کوٹ میاں گانوں کلے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت مولانا کریم اللہ صاحبؒ کے صاحبزادگان نے دُعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔ دن کے دو بجے نائب مہتمم صاحب سیرنی میاں گانوں کلے میں اسیر مالٹا حضرت مولانا سیّد عزیر گل صاحب کے گھر گئے اور رات گزاری۔ صبح حضرت مولانا سیّد عزیر گل صاحبؒ اور حضرت مولانا سیّد عبدالحق صاحب نافعؒ کی قبروں پر حاضری دی اور دُعا کی اُسی دن سنخا کوٹ بازار میں ڈاکٹر عمرانی گل کے گھر بھی گئے اور تھوڑی دیر قیام کے بعد وہاں سے رُخصت ہوئے اور واپس قیام گاہ پر آگئے۔ ۷؍ اپریل عصر کے بعد چار سدہ عمر زئی گئے۔ راستے میں دارالعلوم شیر گڑھ بھی گئے بعد میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہم العالی مہتمم دارالعلوم شیر گڑھ سے ملنے اُن کی مسجد گئے اور اُن سے ملاقات کی اور دُعاؤں کے ساتھ رُخصت ہوئے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے عمر زئی چارسدہ میں قاضی فضل الدیان صاحب کے گھر آمد ہوئی ــــ حضرت قاضی صاحب کے برادران قاضی فضل منان صاحب قاضی فضل حنان صاحب قاضی فضل ربّی صاحب کو منتظر پایا، جبکہ صاحبزادہ یحیٰی جان بھی وہاں منتظر تھے اس بار عمر زئی جانے کی خاص وجہ صاحبزادہ یحیٰی جان کی والدہ محترمہ کی تعزیّت کرنا بھی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد مجلس میں مختلف اُمور پر باتیں ہوتی رہیں۔ جناب مولانا فضل الدیان صاحب دیوبند اور اکابر دیوبند کے دلچسپ واقعات سُناتے رہے۔ صبح مدرسہ تعلیم القرآن عمر زئی بھی گئے۔ پھر تعزیّت کے لیے صاحبزادہ یحیٰی جان صاحب کے گھر گئے اور صاحبزادہ یحیٰی جان اور اُن کے بھائی سے والدہ صاحبہ کی تعزیّت کی۔ دوپہر کا کھانا بھی انہی کے ہاں کھایا۔ بعد از عصر مہتمم صاحب پشاور گئے اور حضرت مولانا ڈاکٹر

عبدالدیان صاحب مدظلہم کے ہاں قیام کیا اور رات گزاری صُبح مدرسہ دارالقرا نمک منڈی پشاور بھی گئے اور مہتمم دارالقرا قاری محمّد فیاض صاحب علوی مدظلہم سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر قیام کے بعد رُخصت ہُوئے بعدازاں دارالعلوم سرحد کے مہتمم جناب خالد جان صاحب بنوری کے گھر گئے اُن کی والدہ محترمہ اور حضرت مولانا ایُّوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیّت کی اور دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا۔ عصر کی نماز کے بعد وہاں سے رُخصت ہُوئے اور واپس اپنی قیام گاہ مولانا ڈاکٹر عبدالدیان کے مکان پر آ گئے، اگلے روز ۱۰ اپریل کو صُبح نائب مہتمم صاحب مولانا عبدالدیان کے ہاں سے اسلام آباد کے لیے رُخصت ہُوئے راستہ میں نوشہرہ میں (امان گڑھ) کے خطیب اور فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد مجاہد خان صاحب مدظلہم کے گھر تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات کی۔ تھوڑی دیر قیام کے بعد وہاں سے رُخصت ہُوئے، نوشہرہ شہر میں جناب حکیم رفیع الدّین صاحب مدظلہم کے مطب بھی گئے۔ حکیم صاحب کے شدید اصرار پر اُن کی کوٹھی واقع کینٹ جانا پڑا اور دوپہر کا پُر تکلّف کھانا حکیم صاحب نے مختصر وقت ملنے کے باوجود تیّار کر لیا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد وہاں سے رُخصت ہُوئے اور بعد مغرب اسلام آباد میں جناب حافظ ادریس صاحب کے گھر گئے اور قیام کیا۔ عشاء کی نماز میں مسجد خلفاء راشدین کے خطیب مولانا نظیر فاروقی سے ملاقات کی صبح جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں گئے اور حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب شہیدؒ کے صاحبزادہ مولانا عبدالعزیز صاحب سے ملاقات کی اور حضرت مولانا کی تعزیّت کی اور قبر پر حاضری دی۔ بعدازاں مدرسے کے مختلف حصّے بھی دیکھے۔ بعد میں حاجی عارف محمود صاحب مرحوم کے گھر گئے اور اُن کے بیٹے جناب طلحہ محمود صاحب سے ملاقات کی تھوڑی دیر کے بعد رُخصت ہو کر اسلام آباد میں منیرالحق صاحب جائنٹ سیکرٹری کے گھر گئے اور ملاقات کی وہاں سے اسلام آباد میں مقیم حضرت مولانا عبدالحق صاحب المعروف نافع گلؒ کے بیٹے چیف انجنیئر اٹامک انرجی پلانٹ جناب سیّد محمّد یُوسف صاحب کا کاخیل کے گھر گئے۔ اسی دن F/10 میں حافظ ادریس صاحب کی مسجد سیّد ناحمزہؓ میں مغرب کی نماز کے بعد درس حدیث ہُوا اور مسئلہ تقدیر پر پون گھنٹہ بیان کیا اور اہلِ مسجد سے ملاقات کی۔ اُن حضرات نے نائب مہتمم صاحب کی خاطر تواضع کی۔ عشاء کی نماز کے بعد وہاں سے رُخصت ہُوئے۔ رات جناب کاکاخیل صاحب کے

ہاں گزار کر صبح بروز پیر ۱۲؍اپریل نائب مہتمم صاحب جناب سید محمد یوسف صاحب کے گھر سے رخصت ہو کر لاہور کے لیے روانہ ہوئے جناب مولانا عبدالمالک شاہ صاحب کے گھر بھی گئے اور اُن سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہو کر شام ۴ بج کر ۳۰ منٹ پر بخریت گھر واپس پہنچے والحمد للہ

۱۷ ذی الحجہ بروز پیر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے مُرید جناب حاجی مہربان صاحب تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۷؍اپریل کو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی

وفیات

مؤرخہ ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۴؍اپریل ۱۹۹۹ء بروز شنبہ حضرت اقدس بانی جامعہ مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی بڑی صاحبزادی مسمات رقیہ خاتون طویل علالت کے بعد گوجرانوالہ میں انتقال کر گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کا جسد خاکی اسی روز شام پانچ بجے لاہور لایا گیا ساڑھے آٹھ بجے لٹن روڈ جناز گاہ میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ ساڑھے نو بجے رات حضرت اقدس کے احاطہ میں تدفین سے فراغت ہوئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے گناہوں کو معاف فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام سے بھی ان کے حق میں دُعاءِ مغفرت کے ساتھ ساتھ حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کی پُر زور درخواست ہے کیونکہ اب یہی عمل ہے جس سے ان کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔

○

تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق جناب حاجی ماسٹر مصباح الدین صاحب زبیری پانی پتی ۶؍جنوری کو مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔

❀*❀

بزمِ قارئین

عزیزانِ گرامی قدر مولانا سیّد رشید میاں و مولانا سیّد محمود میاں سلّمہما اللہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

انوارِ مدینہ کا نیا شمارہ موصول ہُوا۔ اس سے قبل بھی دو شمارے موصول ہُوئے تھے اس وقت بھی اگرچہ اس کی اشاعت سے بہت خوشی ہُوئی تھی اور ارادہ تھا کہ فوراً ہی وصولیابی کی اطلاع اور اس کام کو شروع کرنے کی مُبارکباد دوں لیکن پھر یہ ارادہ کسی وجہ سے پُورا نہ ہو سکا، لیکن اس مرتبہ اس نئے شمارے کو دیکھ کر احساس ہُوا کہ آپ حضرات ماشاء اللہ اس کی اشاعت کے لیے سنجیدہ ہیں اور نہ صرف پابندی سے اس کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں بلکہ محتویات کے لحاظ سے معیار بھی بلند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس بات سے بہت ہی زیادہ خوشی ہُوئی اور دل سے دُعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور کام کو آسان فرمائے۔ اور یہ مجلّہ نہ صرف جامعہ کا ترجمان ہو بلکہ اکابر کے فکر و عمل کی پوری عکاسی کرے۔ کوائف جامعہ کا صفحہ خصوصی دلچسپی کا حامل ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام حالات نظروں کے سامنے ہیں۔ جامعہ کی حیثیّت بہت مرکزی ہے۔ مختلف مدارس فکر کے متبعین اس کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے مضامین کے انتخاب میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اختلافی مسائل سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے اور مسلک اکابر کی نہایت مثبت انداز میں ترجمانی اور تبلیغ کی جائے۔ خاص طور پر نوجوان طبقہ تک پہنچنے اور ان کی تالیف و تقریب قلب کی خاص ضرورت ہے کیونکہ یہ طبقہ عُلماء کے اختلاف سے بہت برگشتہ ہے۔ اکابر کے مضامین ایک عنوان مقرّر کر کے مثلاً "گاہے گاہے باز خواں" کے عنوان کے تحت پُرانے مضامین موقعہ کے لحاظ سے شامل کرتے رہیں۔ مکرر مُبارکباد قبول فرمائیں۔ اپنی اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام پیش کر دیں۔ ہم سب کی طرف سب حضرات کی خدمت میں حسب مراتب سلام و دُعا ہے۔ والسّلام

محتاجِ دُعا چچا جان

(سیّد) ساجد میاں (صاحب)